اُمّہاتُ المؤمنین

متکلّم اسلام

مولانا محمد الیاس گھمّن حفظہ اللہ

خانقاہ حنفیہ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

نام کتاب .... اُمّہاتُ المؤمنین

تالیف: .... متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

تاریخ اشاعت .... فروری 2019ء

بار اشاعت .... دوم

تعداد اشاعت 1100

ناشر .... مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ

ملنے کا پتہ

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

0321-6353540
0335-7500510

www.ahnafmedia.com

فہرست

مقدمہ کتاب 19

اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: 22
بچپن: 22
ازدواجی زندگی : 22
تجارت میں دلچسپی : 23
طریقہ تجارت : 23
حضرت خدیجہ کی درخواست: 23
تجارت میں نفع اور میسرہ کا مشاہدہ : 24
خدیجہ، ام المومنین بنتی ہیں : 24
مقامِ نکاح : 25
بوقت نکاح: 25
برے ماحول میں نیک فطرت: 26
سیدہ خدیجہ کی وجہ انتخاب: 26
فضائل ومناقب: 26
اولاد: 27
امتیازی خصوصیات 28

نمبر1: کڑے حالات میں تسلی : 28

نمبر2: اسلام کی خاتونِ اوّل ہونے کا اعزاز: 30

نمبر3: اپنی دولت رسول اللہ پر لٹا دی: 30

نمبر4: بت پرستی سے بیزاری : 30

نمبر5: شِعبِ ابی طالب میں تین سالہ محصوری: 30

نمبر6: آپ کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح نہیں کیا : 31

وفات : 31

اُمّ المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: 34

ولادت: 34

خاندانی پس منظر: 34

پاکیزہ مزاجی: 34

نکاح اول: 34

قبولِ اسلام: 35

آزمائشی حالات : 35

تبلیغ اسلام: 35

ہجرت حبشہ (اولیٰ): 36

ہجرت حبشہ ثانیہ: 36

پہلا خواب : 37

دوسرا خواب: 37
سکران رضی اللہ عنہ کی وفات: 37
شادی کی ضرورت: 37
پیغام نکاح کا مرحلہ: 38
سیدہ خولہ اور سیدہ سودہ کی باہمی گفتگو: 39
سیدہ خولہ اور زمعہ کی باہمی گفتگو: 39
سودہ، ام المومنین بنتی ہیں: 40
ہجرتِ مدینہ : 40
آیتِ حجاب کا نزول: 41
سخاوت و دریا دلی: 42
پابندی شریعت: 43
مناسک حج میں خصوصی رعایت: 44
خوشنودی نبوت کا حصول: 44
سیدہ عائشہ کی عجب تمنا: 45
سوکن کو ترجیح دینا: 46
خصوصیت سیدہ سودہ: 46
ظرافت اور حِسّ مزاح: 46
خوشگوار اور بے تکلف زندگی: 46
وفات : 47

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب : 50
کنیت : 50
القابات وخطابات : 50
خاندانی پس منظر: 51
ولادت: 51
بچپن: 51
لباس: 52
زیور: 52
کھیل کود: 52
خواب میں بشارت: 53
پیغامِ نکاح : 54
شبہِ صدیقی کا نبوی جواب : 54
پہلی نسبت ٹوٹنے کی وجہ : 55
عائشہ ؛ ام المومنین بنتی ہیں: 55
امتیازی خصوصیات: 57
علمی جلالت شان: 57
عبادات ومعمولات: 58
سخاوت و دریا دلی: 59

"افک" کا دلخراش سانحہ : 60

آیتِ تیمم کا نزول: 71

خوشگوار ازدواجی زندگی کے چند واقعات

واقعہ نمبر1: 72

واقعہ نمبر2: 72

واقعہ نمبر3: 72

واقعہ نمبر4: 72

واقعہ نمبر5: 73

واقعہ نمبر6: 73

واقعہ نمبر7: 74

واقعہ نمبر8: 75

مدح نبی بزبان عائشہ : 76

وفات: 77

اُمّ المُومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما

نام و نسب: 79

ولادت: 79

خاندانی پس منظر: 79

سیدہ حفصہ کے ماموں: 80

ابتدائی تعلیم و تربیت: 80

قبولِ اسلام: 80
نکاح اول اور ہجرت: 80
حضرت خنیس غزوہ بدر میں: 81
مدتِ عدت کی تکمیل اور فاروق اعظم کی فکرمندی: 81
مناسب رشتے کی تلاش: 82
حفصہ، ام المومنین بنتی ہیں: 82
سیدہ حفصہ کا مکان: 83
نبوی گھرانے کی تربیت: 83
خواتین کے حقوق: 84
امتیازی فضیلت: 84
جمع قرآن اور سیدہ حفصہ: 85
سیدہ حفصہ کی وصیت: 86
وفات: 86

اُمّ المُومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: 89
ولادت: 89
خاندانی پس منظر: 89
بچپن: 90
ام المساکین کا لقب: 90

قبول اسلام: 91
پہلا نکاح: 91
دوسرا نکاح: 91
ہجرت مدینہ: 91
غزوہ بدر میں: 92
تیسرا نکاح: 93
زینب ؛ ام المومنین بنتی ہیں : 93
معیت رسول کا مختصر زمانہ: 93
وفات: 94

اُمّ المُومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: 96
کنیت: 96
ولادت: 96
خاندانی پس منظر: 96
پہلا نکاح: 96
اولاد: 97
قبول اسلام: 97
حبشہ کی طرف پہلی ہجرت: 98
حبشہ سے مکہ مکرمہ کی طرف واپسی: 98

قبیلہ بنو مخزوم کا ابو طالب سے مکالمہ: 99

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت: 100

کفار مکہ کے شاہ نجاشی کو تحائف: 100

شاہ نجاشی کا انکار: 100

شاہ نجاشی سے کفار کے وفد کی گفتگو: 100

دوسرے دن دربار نجاشی میں: 101

کفار مکہ کا ناکام وفد واپس لوٹا: 102

ہجرت مدینہ کا حکم: 102

مدینہ روانگی سے پہلے: 103

سیدہ ام سلمہ کی استقامت : 104

ایک سال بعد: 104

مدینہ منورہ کی طرف سفر: 105

مدینہ کی بہاریں: 106

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ: 106

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات: 107

ابو سلمہ کا جنازہ : 107

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دعا: 107

صدیق اکبر کا پیغام نکاح : 108

ام سلمہ ؛ ام المومنین بنتی ہیں: 108

خدمتِ رسول ﷺ کا جذبہ: 109

علم وفضل: 109
درسگاہ نبوت کی طالبہ: 109
جبرائیل امین کی زیارت: 109
خانگی معاملات میں امت کی رہنمائی: 110
نابینا شخص سے پردہ : 110
اولاد پر خرچ کرنا: 111
عورت اور مرد میں فرق؟: 111
فاطمہ مخزومیہ کا واقعہ: 111
صحابہ کرام کا مسائل دریافت کرنا: 111
عدت کا مسئلہ: 112
صلح حدیبیہ میں دانش مندانہ کردار: 112
موئے مبارک سے محبت: 114
خوشبوئے نبوت : 114
وفات: 114

اُمّ المُومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

نام ونسب: 116
ولادت: 116
خاندانی پس منظر: 116
قبولِ اسلام: 116

پیغام نکاح : 116

بزرگی کا معیار تقویٰ ہے : 117

نکاح کا انعقاد: 118

زید بن حارثہ کا مختصر تعارف: 118

اُمِّ اَیْمَنْ کا مختصر تعارف: 120

تکوینی واقعات میں مضمر ایک بڑی حکمت: 121

طلاق دینے کا پس منظر: 122

نبوی مشورہ اور پوشیدہ امر: 122

بالآخر طلاق ہو گئی: 123

زینب ؛ ام المومنین بنتی ہیں: 123

دعوتِ ولیمہ: 124

پردے کے حکم کا نزول: 126

امتیازی خصوصیات : 127

خدا خوفی: 128

فائدہ : 128

اتباعِ شریعت : 129

سوکنوں کی گواہی: 129

سخاوت و دریا دلی: 130

وفات کا اشارہ: 131

وصیت نامہ: 131

وفات: 132

جنازہ : 132

تدفین: 132

اُمّ المُومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: 134

ولادت : 134

خاندانی پس منظر: 134

پہلا نکاح: 135

یثرب کا چاند گود میں : 135

غزوہ مُرَیْسِیع: 135

مال غنیمت: 137

قبولِ اسلام : 138

جویریہ ؛ ام المومنین بنتی ہیں : 139

حجاب کے حکم کی حکمت: 139

حارث بن ابی ضرار کا سفر مدینہ: 139

حارث بن ابی ضرار کا قبول اسلام : 140

بابرکت شادی: 140

بیت نبی کی اہل بیت: 141

امتیازی خصوصیت: 141

اوصاف و کمالات: 141
چار کلمات کا ورد: 142
وفات: 143

اُمّ المُومنین سیدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب : 146
کنیت: 146
ولادت: 146
خاندانی پس منظر: 146
پہلا نکاح: 148
قبول اسلام : 148
ہجرت حبشہ (ثانیہ): 148
ایک خواب : 150
پہلے شوہر کی حالت ارتداد میں وفات: 150
پریشانی کے ایام: 150
ام حبیبہ ؛ ام المومنین بنتی ہیں : 151
مبارک خواب کی تعبیر: 152
بستر رسول کی حرمت: 152
اتباعِ شریعت : 153
ذوق عبادت : 153

فکرِ آخرت: 154
وفات: 154

اُمّ المُومنین سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

نام و نسب: 156
ولادت: 156
خاندانی پس منظر: 156
پہلا نکاح: 156
مدینہ سے جلا وطنی: 157
دوسرا نکاح: 158
جنگ کی تیاریاں: 158
غزوہ ذی قرد: 158
غزوہ خیبر: 159
قلعہ قموص کی فتح: 160
خیبر کی نصف پیداوار: 162
خیبر میں قیام: 162
مال غنیمت کی تقسیم: 163
دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا انتخاب: 163
صحابہ کرام کا مشورہ: 164
سیدہ صفیہ کو اختیار: 164

قبول اسلام : 164
صفیہ ؛ ام المومنین بنتی ہیں : 165
مدینہ منورہ تشریف آوری: 165
حضرت فاطمہ سے محبت: 166
ایک غلط فہمی کا ازالہ: 166
ایک خواب کی تعبیر پوری ہوئی: 166
محبوبانہ تنبیہ : 167
واللہ !صفیہ سچی ہے: 168
لونڈی کو آزاد کر دیا: 168
درد مندی کا وصف: 169
وفات: 169
وصیت : 169

اُمّ المومنین سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

نام و نسب 172
ولادت : 172
خاندانی پس منظر: 172
ہند بنت عوف کی خوش نصیبی: 174
پہلا نکاح: 174
دوسرا نکاح: 175

عمرۃ القضاء: 175
میمونہ؛ ام المومنین بنتی ہیں: 176
ایک اہم مسئلہ: 177
اس مبارک نکاح کی برکات: 178
باکمال ایمان کی نبوی شہادت: 179
گھریلو زندگی: 179
تقویٰ و صلہ رحمی: 180
علم و فضل: 180
سخاوت و دریا دلی: 181
غلام / لونڈیاں کو آزاد کرنا: 181
وفات: 182
جنازہ: 182
تدفین: 183

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

شاہ مقوقس کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط: 185
قاصد رسول کی مقوقس کے دربار میں تشریف آوری: 186
شاہ مقوقس سے مکالمہ: 186
شاہ مقوقس کا اعتراف: 187
شاہ مقوقس کا خط: 187

شاہ مقوقس کے تحائف: 188
سیدہ ماریہ و سیرین کا قبول اسلام: 188
مدینہ منورہ آمد: 188
حضرت ماریہ ؛ ام ولد بنتی ہیں: 189
قبطیوں سے حسن سلوک کا حکم: 189
حضرت ابراہیم کی وفات: 189
سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کی وفات: 190

مآخذ و مراجع 191

مقدمہ کتاب

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی فلاح اور ہدایت کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور نبی بنا کر بھیجا ہے۔ امت کے ذمہ ہے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو پڑھے، سمجھے اور اس پر عمل کی کوشش کرے اور دوسرے انسانوں کو نبوی ہدایات کے مطابق زندگی گزارنے کی ترغیب دے۔ معاشرہ کو صحیح راستہ پر چلانے کی جس حد تک ممکن ہو بھرپور دعوت دے، گھر اور باہر کے ماحول کو صاف ستھرا اور پاکیزہ بنائے تاکہ پوری زندگی پاک ماحول میں گزرے اس کے لیے دور نبوت کے ماحول کو پڑھنا اور سمجھنا از حد ضروری ہے۔

نبوت کی زندگی کا ایک حصہ جلوت (باہر) کا ہے جو کہ کھلا ہوا ہے اور ہر صحابی رضی اللہ عنہ کے سامنے ہے جس تک رسائی بہت آسان ہے اس کو پڑھ کر اور سُن کر اپنی زندگی اس کے مطابق گزاری جاسکتی ہے اور ایک حصہ خلوت یعنی گھر کے اندر کا ہے جس تک رسائی نہیں ہو سکتی سوائے اس کے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن ہی امت کو بتائیں کہ آپ کے گھر کے اندر خلوت کے حالات کیا اور کیسے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر کے اندر عبادات، بیویوں کے ساتھ برتاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں رہنے کا طریقہ کیا

تھا؟ وغیرہ۔

اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ایک فرد خواتین بھی ہیں جو کہ کسی مرد کی ماں ہے تو کسی کی بیٹی، کسی کی بیوی ہے تو کسی کی بہن۔ جن کے بغیر معاشرہ کی تشکیل ناممکن ہے اور جن کے بغیر معاشرہ نامکمل ہے۔ اب مرد تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اپنائیں تو ان خواتین کو زندگی کیسے گزارنی چاہیے؟ اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ بھی ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حالات کو پڑھیں اور سمجھیں کیونکہ ان کے بغیر خواتین اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق گزار نہیں سکتیں۔

ان دو ضرورتوں کے پیش نظر امہات المومنین رضی اللہ عنہن کتاب ترتیب دی گئی ہے جو کہ خواتین اسلام کے لیے مرکز اصلاح النساء سرگودھا کی جانب سے صراط مستقیم کورس کے بعد دوسری کتاب ہے۔ جبکہ اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز مسلمان عورت کے نام سے ایک کتاب تحریر کرنے کا ارادہ ہے۔

تمام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے بطور خاص درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچادیں، مقبول فرمائیں اور صدقہ جاریہ بنائیں۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محتاجِ دعا

4-1-2017

اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکُبریٰ رضی اللہ عنہا

اجمالی خاکہ

نام	خدیجہ
والد	خویلد بن اسد
والدہ	فاطمہ بنت زائدہ
سن پیدائش	55سال قبل از بعثت
قبیلہ	قریش (شاخ بنو اسد)
زوجیت رسول	15سال قبل از بعثت
سن وفات	10 نبوی (ہجرت سے تین برس قبل)
مقام تدفین	جنت المعلیٰ (مکہ مکرمہ)
کل عمر	65سال تقریباً

نام و نسب:

آپ کا نام خدیجہ تھا سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب، آپ رضی اللہ عنہا کا نسب چوتھی پشت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ قریش کی شاخ بنو اسد سے تھا، بنو اسد اپنی شرافت، ایمانداری اور کاروباری معاملات کی وجہ سے میں لوگوں کی نگاہ میں قابل عزت واحترام تھا۔

بچپن:

آپ رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے نہایت نیک تھیں اور مزاجاً شریف الطبع خاتون تھیں، مکارمِ اَخلاق کا پیکرِ جمیل تھیں۔ رحم دلی، غریب پروری اور سخاوت آپ کی امتیازی خصوصیات تھیں۔ یہاں تک کہ زمانۂ جاہلیت میں آپ "طاہرہ" یعنی پاک دامن کے لقب سے مشہور تھیں۔ مالدار گھرانے میں پرورش پانے کی وجہ سے دولت و ثروت بھی خوب تھا علاوہ ازیں حسن صورت اور حسن سیرت میں بھی اپنی ہم عصر خواتین میں ممتاز تھیں۔

ازدواجی زندگی:

پہلی شادی ابو ہالہ ہند بن نباش تمیمی سے ہوئی، ابو ہالہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی عتیق بن عاید مخزومی سے ہوئی، کچھ عرصہ بعد وہ بھی چل بسے تو دنیوی معاملات سے دل برداشتہ ہو کر زیادہ وقت حرم کعبہ میں گزارتیں۔ جس کے باعث آپ کے مزاج مبارک میں تقدس و شرافت مزید بڑھ گئی۔ قریش کے نامور صاحب ثروت سرداروں نے آپ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھجوایا لیکن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب کو یکسر انکار کر دیا۔

تجارت میں دلچسپی:

آپ کے والد محترم خویلد بن اسد اعلی درجے کے تاجر تھے، جب بڑھاپے کی دہلیز تک پہنچے تو انہوں نے اپنا سارا کاروبار اپنی بیٹی حضرت خدیجہ کے سپرد کر دیا۔ تیس سال کی عمر میں آپ رضی اللہ عنہا تجارت سے وابستہ ہوئیں۔ جس کی وجہ آپ رضی اللہ عنہا حجاز مقدس میں سب سے زیادہ مالدار خاتون شمار ہوتی تھیں آپ کی تجارت کا سامان عرب سے باہر ملک شام اور یمن میں سال میں دو مرتبہ جاتا تھا۔ بعض محدثین نے لکھا ہے کہ اکیلا حضرت خدیجہ کا سامان تجارت مکہ کے سارے تجارتی قافلوں کے سامان کے برابر ہوتا تھا۔

طریقہ تجارت:

خاتون ہونے کی وجہ سے تجارتی معاملات میں سفر کرنا دشوار بلکہ ناممکن تھا اس لیے کسی کو بطور نیابت سامان تجارت دے کر روانہ کرتیں۔ آپ کے تجارتی نمائندوں کی دو صورتیں تھیں یا وہ ملازم ہوتے اُن کی اُجرت یا تنخواہ مقرر ہوتی جو اُنہیں دی جاتی، نفع و نقصان سے اُنہیں کوئی سروکار نہ ہوتا۔ یا نفع میں اُن کا کوئی حصّہ، نصف، تہائی یا چوتھائی وغیرہ مقرر کر دیا جاتا اگر نفع ہوتا تو وہ اپنا حصّہ لے لیتے جبکہ نقصان کی صورت میں ساری ذمہ داری حضرت سیّدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر ہوتی۔

حضرت خدیجہ کی درخواست:

تقریباً دس تک معاملات یونہی چلتے رہے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہا کے کانوں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت وصداقت کا چرچا پہنچا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سامان تجارت لے کر ملک شام

جانے کی درخواست کی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ اس دوران آپ رضی اللہ عنہانے اپنے غلام میسرہ کو خصوصی ہدایت کی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی معاملے میں دخل اندازی نہ کرے۔

تجارت میں نفع اور میسرہ کا مشاہدہ:

اس تجارتی سفر میں اللہ تعالیٰ نے بے حد برکت دی اور نفع پہلے سے بھی دوگنا ہوا، چونکہ میسرہ دوران سفر قریب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن اخلاق، معصومانہ سیرت کا تجربہ اور معاملہ فہمی کا مشاہدہ کر چکا تھا اس لیے اس نے برملا اس کا اظہار کرتے ہوئے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت معاملہ فہم، تجربہ کار، خوش اخلاق، دیانت دار، ایماندار، شریف النفس اور مدبر شخص ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس پہنچ کر تجارتی معاملات کا عمدہ حساب پیش کیا، جس سے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت متاثر ہوئیں۔

خدیجہ، ام المومنین بنتی ہیں:

ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یعلیٰ بن اُمیہ کی بہن نفیسہ بنت امیہ پیغام نکاح لے کر گئیں۔ نفیسہ کا بیان ہے کہ میں آپ کے پاس آئی اور کہا کہ آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نادار اور خالی ہاتھ ہوں، کس طرح نکاح کر سکتا ہوں؟ میں نے کہا کہ اگر کوئی ایسی عورت آپ سے نکاح کرنے کی خواہش مند ہو جو ظاہری حسن وجمال اور طبعی شرافت کے علاوہ دولت مند بھی ہو اور آپ کی ضروریات کی کفالت کرنے پر بھی خوش دلی سے آمادہ ہو تو آپ اس سے نکاح کر لینا پسند کریں گے؟ آپ نے دریافت کیا کہ ایسی کون خدا کی بندی ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا خدیجہ بنت خویلد۔

مقامِ نکاح:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے ذکر کیا، انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفیسہ کو جواب دے دیا کہ اگر وہ اس کے لیے آمادہ ہیں تو میں بھی راضی ہوں۔ نفیسہ نے آکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس کی اطلاع دی، پھر باہمی مشاورت سے طے ہو گیا کہ آپ اپنے خاندان کے بزرگوں کو لے کر فلاں دن میرے یہاں آجائیں، چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابو طالب اور خاندان کے دیگر اہم شخصیات آپ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے۔ اُس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد زندہ نہ تھے وہ پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ اس لیے آپ کے چچا عمرو بن اَسد اور خاندان کے دیگر بزرگ شریک تھے۔

بوقت نکاح:

خطبہ نکاح خواجہ ابو طالب نے پڑھایا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمدہ اوصاف، جلالت شان اور عزت ومقام کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا:

ان ابن اخی محمد بن عبداللہ لا یوزن بہ رجل الا رجح بہ شرفا نبلا و فضلاً وعقلاً وان کان فی المال قل۔ فان المال ظل زائل و امر حائل۔

میرے بھتیجے محمد کی یہ شان ہے کہ کوئی بھی شخص شرافت، دانائی، فضیلت اور عقلمندی میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ باقی رہا مال و دولت...... یہ سایے کی طرح ڈھلنے اور بدل جانے والی چیز ہے۔

ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اَسد کے مشورہ سے 500 درہم مہر مقرر ہوا۔ بوقت نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 25 سال جبکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس تھی۔ آپ کا یہ پہلا نکاح تھا جو اعلان نبوت سے تقریباً 15 سال پہلے ہوا۔

برے ماحول میں نیک فطرت:

ذرا آپ تصور کریں عرب کے اس فحش معاشرے میں جہاں صدیوں سے شراب و کباب اور عورت کی آبرو سرِعام بکتی ہو، ایسے میں 25 سال تک جوانی کی اُمنگوں اور جذبات کے ولولوں کو ضبطِ نفس کی پاکیزگی میں ڈھانپ کر کسی نوجوان دوشیزہ سے نہیں بلکہ 40 سالہ بیوہ عورت سے شادی کر کے پاکبازی کی ایسی مثال قائم کی جس کی مثال نہ پہلے ملتی ہے نہ بعد میں، دونوں کا کردار اتنا اجلا اور شفاف کہ دشمن تک کو اخلاقی پہلو پر منفی بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

سیدہ خدیجہ کی وجہ انتخاب:

ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو ان الفاظ میں موجود ہے: **انی رغبت فیك لحسن خلقك و صدق حدیثك۔** میں نے آپ کو آپ کے حسن اخلاق اور زبان کی سچائی کی وجہ سے اپنے لیے منتخب کیا۔

فضائل و مناقب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہیں کہ جبرائیل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! یہ خدیجہ آرہی ہیں ان کے ساتھ ایک برتن ہے اس میں سالن اور کھانا ہے، جب وہ آپ کے پاس آجائیں تو ان کو ان کے پروردگار کی طرف سے سلام پہنچایئے اور میری طرف سے بھی، اور ان کو خوشخبری سنایئے جنت میں موتیوں سے بنے ہوئے ایک گھر کی، جس میں نہ شور و شغب ہو گا اور نہ کوئی زحمت و مشقت ہو گی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: **ان ذالك كان وهو بحرا۔** یعنی جبرائیل کی یہ آمد اس وقت ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں تھے۔

معلوم ہوا کہ یہ واقعہ غار حرا میں حضرت جبرائیل کی پہلی آمد کے بعد کا ہے۔

اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ مکہ کی سب سے زیادہ دولت مند اور بوڑھی خاتون ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانے پینے کا سامان گھر پر تیار کر کے مکہ سے اڑھائی تین میل پیدل سفر کرنا بلکہ غار حرا کی بلندی تک چڑھنا کس قدر دشوار معلوم ہوتا ہے؟ چونکہ یہ عمل خلوص دل سے تھا اس لیے پروردگار عالم اور جبرئیل امین کے سلام پہنچتے ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس دنیا کی عورتوں میں سب سے بہتر خدیجہ بنت خویلد ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں سے کسی پر ایسا رشک نہیں آیا جیسا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر آیا حالانکہ میں نے ان کو دیکھا نہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت یاد کرتے اور بکثرت ان کا ذکر فرماتے، کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ آپ بکری ذبح فرماتے، پھر اس میں سے حصے بنا کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میل جول اور محبت رکھنے والیوں کے ہاں بھیجتے۔

بسا اوقات میں کہہ دیتی...... دنیا میں بس خدیجہ ہی ایک عورت تھیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ خدیجہ تو خدیجہ تھی اور ان سے میری اولاد ہوئی۔

نوٹ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہے سوائے حضرت ابراہیم کے یہ حضرت ماریہ قبطیہ کی بطن سے پیدا ہوئے۔ جن کا مستقل تذکرہ کتاب کے آخر میں آ رہا ہے۔

اولاد:

محدثین نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب 30

برس کی ہوئی یعنی رشتہ ازدواج کے تقریباً 5 سال بعد آپ کے پہلے صاحب زادے قاسم پیدا ہوئے، انہیں کے نام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کنیت ابو القاسم رکھی، ان کا چھوٹی عمر میں ہی انتقال ہوگیا، ان کے بعد آپ کی سب سے بڑی صاحب زادی زینب پیدا ہوئیں، ان دونوں کی پیدائش اعلان نبوت سے پہلے ہوئی، اس کے بعد صاحبزادے عبد اللہ کی ولادت ہوئی، ان کی پیدائش دور نبوت میں ہوئی اسی لئے ان کو طیب اور طاہر کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ان کا انتقال بھی کم سنی میں ہوگیا، پھر ان کے بعد مسلسل تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں جن کے نام رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن رکھے گئے۔

امتیازی خصوصیات

نمبر 1: کڑے حالات میں تسلی:

نکاح کے تقریباً 15 برس بعد اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف ختم نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا اور آپ پر شدید حالات آئے تو اس کڑے وقت آپ کو جس طرح کی دانش مندانہ و ہمدردانہ تسلی کی ضرورت تھی وہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و توفیق سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی سے ملی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے تنہائی میں عبادت کرنے کے لئے غار حرا میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانے پینے کا سامان تیار کر کے دے دیا کرتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرا میں کئی کئی راتیں ٹھہرتے، اللہ کی یاد میں مصروف رہتے، کچھ دنوں بعد تشریف لاتے اور سامان لے کر واپس چلے جاتے۔

ایک دن حسب معمول آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں مشغول عبادت

تھے کہ جبرئیل امین تشریف لائے اور فرمایا کہ اِقْرَأْ یعنی پڑھیئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا اَنَا بِقَارِیٔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرئیل امین نے آپ کو پکڑ کر اپنے سے چمٹا کر خوب زور سے بھینچ کر چھوڑ ا اور عرض کی اِقْرَأْ (پڑھیئے) آپ نے پھر وہی جواب دیا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرائیل امین نے دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سے چمٹا کر خوب زور سے دبا کر چھوڑا اور پھر پڑھنے کو کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں فرشتے نے پھر تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر اپنے سے چمٹایا اور خوب زور سے دبا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا اور خود پڑھنے لگے: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ٥ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ٥ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ٥ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ٥

یہ آیات مبارکہ سن کر آپ نے یاد فرمالیں اور ڈرتے ہوئے گھر تشریف لائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: زملونی زملونی مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑا اوڑھا دیا اور کچھ دیر بعد وہ خوف کی کیفیت ختم ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ سنایا، فرمایا: لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ (مجھے اپنی جان کا خوف محسوس ہو رہا ہے)

عموماً خواتین ایسے حالات میں گھبرا جاتی ہیں اور تسلی دینے کے بجائے پریشان کن باتیں شروع کر دیتی ہیں لیکن آپ رضی اللہ عنہا ذرہ برابر بھی نہ گھبرائیں اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا: کَلَّا وَاللّٰہِ مَا یُخْزِیْكَ اللّٰہُ اَبَدًا، اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِی الضَّیْفَ، وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ.

خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، بے کس و ناتواں لوگوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں، دوسروں کو مال و اخلاق سے نوازتے ہیں۔ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق بجانب امور میں مصیبت

زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

نمبر 2: اسلام کی خاتونِ اوّل ہونے کا اعزاز:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نزول وحی کے ابتدائی ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو مکہ کی پوری آبادی میں موحد صحیح العقیدہ نصرانی اور توریت وانجیل کے بڑے عالم وعامل تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غار حرا میں جبرائیل اور نزول وحی کی سرگزشت سن کر پختہ یقین کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی بات کہی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ پوری امت میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق نبی ہونے کی تصدیق کرنے والی ہیں۔

نمبر 3: اپنی دولت رسول اللہ پر لٹادی:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کریم نے دولت مندی کی نعمت سے بھی خوب نوازا تھا، آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی پوری دولت اور اپنے غلام زید کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا اور آپ کو دین اسلام کی اشاعت کے مقدس مشن میں گھریلو معاشی افکار سے بے نیاز کر دیا۔

نمبر 4: بت پرستی سے بیزاری:

اہل مکہ بت پرستی کے شرک میں مبتلا تھے، لیکن جاہلیت کے اس دور میں گنتی کے دوچار آدمی ایسے بھی تھے جن کو فطری طور پر بت پرستی سے نفرت تھی، ان میں ایک ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

نمبر 5: شِعبِ ابی طالب میں تین سالہ محصوری:

مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کو روکنے کے ہر

طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کا اور آپ کے خاندان بنوہاشم کے ان تمام لوگوں کا بھی جنہوں نے اگرچہ آپ کی دعوت اسلام کو قبول نہیں کیا تھا لیکن نسبی اور قرابتی تعلق کی وجہ سے آپ کی کسی درجہ میں حمایت کرتے تھے سوشل بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا اور آپ کے وہ قریبی رشتہ دار بھی شعب ابی طالب میں محصور کر دیے گئے، کھانے پینے اور بنیادی ضروریات سے محروم کر دیا گیا اور یہ بائیکاٹ تین سال کے عرصہ تک محیط رہا، یہاں تک کہ ان لوگوں کو کبھی کبھی درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنا پڑا۔ ایام محصوری کے اس تین سالہ دور میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہیں۔

نمبر6: آپ کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح نہیں کیا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی اس کے بعد تقریباً 24 سال تک آپ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں، اس پورے 24 سالہ دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔

وفات:

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا 24 سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانثار، اطاعت گزار اور وفا شعار بیوی بن کر زندہ رہیں اور ہجرت سے 3 برس قبل 64 سال کی عمر پا کر تقریباً ماہ رمضان المبارک کی 10 تاریخ کو مکہ معظمہ میں وفات پا گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حجون (جنت المعلی) میں آپ رضی اللہ عنہا کو اپنے ہاتھوں قبر مبارک میں اتارا۔ چونکہ اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس لئے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔

رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا

اُمّ المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

اجمالی خاکہ

نام	سودہ
والد	زمعہ بن قیس بن شمس (قبیلہ عامر بن لوی)
والدہ	شموس بنت قیس بن زید (قبیلہ بنو نجار)
سن پیدائش	40سال قبل از بعثت
قبیلہ	قریش (شاخ بنو عامر)
زوجیت رسول	10 نبوی (ہجرت سے تین برس قبل)
سن وفات	23ہجری
مقام تدفین	جنت البقیع (مدینہ منورہ)
کل عمر	76سال تقریباً

نام ونسب:

نام سودہ ہے، والد کی طرف سے سلسلہ نسب یوں ہے: سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس، جبکہ والدہ کی طرف سے اس طرح ہے: سودہ بنت شموس بنت قیس بن زید۔

ولادت:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے 40 سال قبل ہوئی۔

خاندانی پس منظر:

آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ کا نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک سے "لُوَیْ" میں جا کر مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے نانا قیس بن زید، آپ صلی اللہ وعلیہ وسلم کے پر دادا ہاشم کے "برادرِ نسبتی" تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ یثرب کے معروف قبیلہ بنو نجار کے چشم و چراغ قیس بن زید کی ہمشیرہ سلمٰی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پر دادا ہاشم کی شادی ہوئی تھی۔

پاکیزہ مزاجی:

آپ رضی اللہ عنہا کے اخلاق و مناقب کے ابواب میں محدثین کرام نے بکثرت روایات نقل کی ہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا بہت پاکیزہ مزاج کی حامل تھیں۔

نکاح اول:

آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح اپنے چچازاد سکران بن عمرو بن عبد شمس سے ہوا۔ حضرت سکران رضی اللہ عنہ کا قدیم الاسلام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت سکران رضی اللہ عنہ سے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا عبد الرحمٰن پیدا ہوا۔ جو جنگ جلولا میں شہید ہو گئے۔

قبولِ اسلام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دین مکہ کے ہر گھر تک پہنچ رہی تھی، اسی دوران سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا اپنے خاندان میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی خاتون ہیں۔

آزمائشی حالات:

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اسلام قبول کرنا اور پھر اس کا اظہار کرنا بہت مشکل تھا، جو کوئی بھی اسلام قبول کرتا تو اس کے گھر والے، اس کا خاندان اور سرداران مکہ مل کر اس مسلمان کو قبول اسلام کی پاداش میں اپنے ظلم کا نشانہ بناتے اور انسانیت سوز تکالیف سے گزارتے تاکہ کسی طریقے وہ اسلام کو چھوڑ دے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جب اسلام قبول کیا تو کفار مکہ کی طرف سے آپ کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور ایک عرصے تک آپ ان سب مظالم کو سہتی رہیں۔

تبلیغ اسلام:

قبول اسلام کے بعد آپ رضی اللہ عنہا ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھی رہیں بلکہ اسلام کی مبلغہ بن گئیں اور اپنے خاندان میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی، چنانچہ آپ کی پُر اثر تبلیغ سے متاثر ہو کر آپ کے شوہر نامدار مسلمان ہو گئے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی داعیانہ و مبلغانہ مساعی جمیلہ کی بدولت عبد اللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ، حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ، سلیط بن عمرو رضی اللہ

عنہ، فاطمہ بنت علقمہ رضی اللہ عنہا، مالک بن زمعہ رضی اللہ عنہ، ابو صبرہ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔

ہجرت حبشہ (اولیٰ):

جب کفار مکہ کے مظالم کا سلسلہ نہ تھما تو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت ملی یہ نبوت کے پانچواں سال رجب المرجب کا مہینہ تھا، 11 مرد اور 4 خواتین پر مشتمل ایک قافلہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا۔ اس دوران آپ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مکہ میں رہنے کو ترجیح دی اور حبشہ ہجرت نہ فرمائی۔

ہجرت حبشہ ثانیہ:

اس کے ایک برس بعد نبوت کے چھٹے سال میں دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا چنانچہ اس بار 20 خواتین اور 83 مردوں پر مشتمل قافلہ حبشہ پہنچا۔ اس قافلہ سخت جاں میں سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اور آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ نے بھی شامل ہونے کا ارادہ کیا، آپ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ والوں نے پوری کوشش کی کہ آپ ہجرت نہ کرنے پائیں اور آپ کے خاندان کا کوئی فرد آپ کے ہمراہ ہجرت نہ کرے، لیکن کفار مکہ کی خواہشات پر اوس پڑ گئی اور آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ اور خاندان کے کئی دیگر افراد ہجرت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

ان ہجرت کرنے والے مہاجرین میں سے کچھ تو واپس مکہ تشریف لے آئے سیدہ سودہ اور ان کے شوہر بھی واپس مکہ مکرمہ لوٹ آئے۔ جبکہ بعض لوگ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ ہی میں مقیم رہے اور وہ غزوہ خیبر کے موقع پر مدینہ منورہ پہنچے لیکن اکثر لوگ ان سے پہلے ہی مکہ مکرمہ واپس آ گئے تھے ان میں

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔

پہلا خواب:

حبشہ میں کچھ عرصہ گزرانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت سکران سمیت واپس مکہ تشریف لائیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو ایک خواب آیا، اس میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہا کی گردن پر قدم مبارک رکھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اس خواب کا ذکر اپنے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ سے کیا، حضرت سکران رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یوں لگتا ہے کہ میں بہت جلد فوت ہو جاؤں گا اور تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بن جاؤ گی۔

دوسرا خواب:

ایک اور خواب بھی آپ رضی اللہ عنہا کو آیا اس میں آپ نے دیکھا کہ چاند ان کی آغوش میں آکر گرا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اس خواب کا تذکرہ بھی اپنے شوہر نامدار حضرت سکران رضی اللہ عنہ سے کیا۔ حضرت سکران رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس خواب میں یہ اشارہ مل رہا ہے کہ میں عنقریب فوت ہو جاؤں گا اور میرے بعد تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل کرو گی۔

سکران رضی اللہ عنہ کی وفات:

حبشہ میں کچھ عرصہ تک رہنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ہمراہ واپس مکہ مکرمہ تشریف لے آئیں۔ واپس آکر کچھ دنوں بعد حضرت سکران رضی اللہ عنہ کی طبیعت ناساز رہنے لگی۔ چنانچہ وہ اسی بیماری میں انتقال فرما گئے۔

شادی کی ضرورت:

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر نامدار کی وفات پر صدمے سے دوچار

تھیں اور دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جانثار زوجہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات پر پریشان تھے۔ کسی تحریک سے وابستہ قیادت کو گھریلو ذہنی سکون کی کتنی ضرورت ہوتی ہے؟؟ یہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا کی سب سے بڑی عالمگیر دینی، سماجی، معاشرتی اور انسانی تحریک کی تنِ تنہا قیادت فرما رہے تھے اور کفارِ مکہ کی اذیتوں کو حوصلہ مندی اور صبر و تحمل سے برداشت کر رہے تھے۔

ایسے حالات میں تسلیاں دینے اور دکھ بانٹنے والی اہلیہ کی وفات، گھر میں اکیلی بچیوں کی تربیت اور دیکھ بھال اور سب سے بڑھ کر خدا کے دین کو ساری دنیا میں پھیلانے کی منظم منصوبہ بندی اور پیش رفت۔

یہ سب مسائل اس بات کے متقاضی تھے کہ آپ کی ذہنی یکسوئی اور اپنے مشن کی تکمیل کے لیے ایسی رفیقہ حیات ہو جو بچوں کی پرورش، آپ سے دکھ درد بانٹنا اور اسلام کی عالمگیر محنت میں دست بازو بنے۔

پیغام نکاح کا مرحلہ:

چنانچہ ان حالات کے پیش نظر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو ایک غمگسار رفیقہ حیات کی ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! کیونکہ پہلے تو گھر بار کا انتظام اور بال بچوں کی پرورش سب خدیجہ کیا کرتی تھیں۔ اس پر خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا میں آپ کے لئے کہیں نکاح کا پیغام دے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل مناسب بات ہے خواتین ہی اس کام کے لئے موزوں ہوتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس جگہ پیغام دینے کا خیال ہے؟ خولہ بنت

حکیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ کسی کنواری سے نکاح فرمانا پسند کریں تو آپ کے نزدیک تمام مخلوق میں جو سب سے زیادہ محبوب ہے ابو بکر، اُس کی بیٹی عائشہ سے موجود ہے ان سے نکاح فرمالیں اور اگر کسی بیوہ سے نکاح فرمانا چاہیں تو سودہ بنتِ زمعہ موجود ہے جو آپ پر ایمان بھی لا چکی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں جگہ پیغام دے دیں۔

سیدہ خولہ اور سیدہ سودہ کی باہمی گفتگو:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اجازت ملی تو سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا پہلے سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ پر خیر وبرکت کے دروازے کھول دیے ہیں، میں آپ کے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح لائی ہوں۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی ہوں، وہ میرے ہادی بھی ہیں اور میرے رہنما بھی، میری ذات کے متعلق انہیں مکمل اختیار ہے۔ وہ جو چاہیں فیصلہ فرمائیں۔“

سیدہ خولہ اور زمعہ کی باہمی گفتگو:

سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ معلوم ہوا کہ سیدہ سودہ اس پر رضامند ہیں تو وہ آپ رضی اللہ عنہا کے بوڑھے والد زمعہ بن قیس کے پاس گئیں اور جا کر کہا کہ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کی طرف سے آپ کی بیٹی سودہ کے لئے نکاح کا پیغام لائی ہوں۔ زمعہ نے یہ سن کر کہا: **ھو کفو کریم۔**

بے شک میری بیٹی کی خوش قسمتی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس رشتے کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہیں۔ لیکن آپ سودہ کی رائے بھی معلوم کر لیں۔ اس پر سیدہ خولہ نے کہا کہ میں نے ان سے بات کر لی ہے اور انہیں یہ پیشکش قبول ہے۔

سودہ، ام المومنین بنتی ہیں:

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے وہ خواب شرمندہ تعبیر ہونے لگے جو آپ نے حضرت سکران رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے دیکھے تھے۔ زمعہ بن قیس نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی اجازت طلب کی اور کہا: اے میری لخت جگر! خولہ بنت حکیم مجھ سے کہتی ہیں کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب نے تجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے کیا تو اس کے لیے راضی ہے؟ دیکھ بیٹی! میرے نزدیک تو وہ نہایت عزت دار گھرانہ ہے اگر تو بھی راضی ہو تو میں اس معاملہ کو پکا کر دوں؟ سیدہ سودہ نے جواب دیا کہ جی ابو جان! میری رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد زمعہ بن قیس نے آپ کا نکاح پڑھایا اور 400 درہم حق مہر مقرر ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رمضان 10 نبوی میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا یہ نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی پہلے فرمایا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آ گئیں اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

ہجرتِ مدینہ:

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تین سال رہیں اس کے بعد اللہ کی طرف سے ہجرت مدینہ کا حکم آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ ہجرت فرما گئے۔ چونکہ حالات اس قدر سنگین ہو چکے تھے کہ اس وقت اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے جانا خطرے سے خالی نہیں تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں کو ساتھ نہ لے جا سکے۔

چھ ماہ تک سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچیوں کی دیکھ بھال، تربیت کی کٹھن ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے پورا کرتی رہیں۔ ایک سن رسیدہ خاتون کے لئے اپنی سوتیلی اولاد سے شفقت و محبت کا برتاؤ کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے مگر آپ رضی اللہ عنہا نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادیوں کے ساتھ باوجودیکہ وہ سوتیلی اولاد تھیں، انہیں حقیقی ماں جیسا پیار دیا۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کم و بیش پانچ چھ سال تک سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی زیرِ تربیت رہیں لیکن ساری زندگی کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا، نہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے اور نہ ہی سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے۔

مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی تعمیر کی اور ساتھ ہی دو مکان بھی تعمیر کرائے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان 1 ہجری کو حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہ کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر مکہ کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ مقامِ قدید **(قُدَیْد......ق پر پیش اور پہلے د پر زبر کے ساتھ پڑھنا ہے)** سے مزید ایک اور اونٹ بھی خرید لینا تاکہ سیدہ سودہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن آسانی سے سوار ہو سکیں، چنانچہ زید بن حارثہ اور ابو رافع حسب حکم مکہ آئے اور خاندان نبوت کو بحفاظت ہمراہ لے گئے۔

آیتِ حجاب کا نزول:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حجاب کے حکم نازل ہونے کے بعد سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کیلئے گھر سے باہر نکلیں۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا کا جسم بھاری بھر کم تھا اس وجہ سے وہ لوگ آپ رضی اللہ عنہا کو باوجود پردے کے بھی قدو قامت کی وجہ سے پہچان لیتے تھے جنہوں نے حجاب کا حکم

نازل ہونے سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا کو دیکھا ہوتا تھا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدہ سودہ کو دیکھا تو فرمایا: میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ چنانچہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا الٹے پاؤں واپس پلٹیں۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو میرے گھر میں کھانا تناول فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہڈی تھی۔ اس دوران سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ علیہ السلام پر کیفیتِ وحی طاری ہو گئی۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو ہڈی کو ہاتھ میں تھامے ہوئے فرمایا۔ تمہیں اپنی حاجات کیلئے باہر نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے: اصل بات یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو برا لگتا تھا کہ اجنبی لوگ، ازواج نبی کو دیکھیں، حتی کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتاً اس بارے کہہ بھی دیا کہ اپنی ازواج کو پردہ کرائیں۔ پھر اس پر اصرار فرماتے رہے۔ حتی کہ حجاب کے بارے سورۃ احزاب کی آیت نمبر 53 نازل ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہا اس کے باوجود بھی یہ چاہتے تھے کہ اس میں بھی مزید مبالغہ ہو یعنی اگر وہ پردے میں بھی ہوں، تب بھی ان کی پہچان ظاہر نہ ہو۔ چونکہ یہ بہت تنگی و مشقت والا معاملہ تھا تب اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب کی دوسری آیت 59 نازل فرمائی جس میں اللہ نے انہیں اپنی حاجات کیلئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی۔

نوٹ: پردہ کی شرعی حیثیت کے بارے میں میری کی کتاب "مسلمان عورت" ملاحظہ فرمائیں۔

سخاوت و دریا دلی:

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا ذاتی طور پر مزاج دنیا سے دوری کا تھا مزید رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص تربیت نے اس سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ دنیا کی محبت سے دل بالکل پاک تھا، اس مزاج اور تربیت نے آپ کو سخاوت وفیاضی کے اس مرتبہ تک پہنچایا جو بہت کم کسی کو ملتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا دستکاری میں مہارت رکھتی تھیں اور طائف کی کھالیں خود بنایا کرتی تھیں۔ اس سے جو آمدنی ہوتی تھی اسے راہ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دراہم سے بھری ہوئی ایک تھیلی سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجی، آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ بتایا گیا کہ اس میں دراہم ہیں۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تھیلی تو کھجوروں کی ہے اور اس میں دراہم ہیں۔ یہ کہا اور تمام دراہم ضرورت مندوں میں کھجوروں کی طرح تقسیم فرما دیے۔ آپ کی ساری زندگی غریب پروری، دریادلی، فیاضی، سخاوت اور شان استغنا کی غماز تھی۔

پابندی شریعت:

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا دیگر اوصاف کے ساتھ ساتھ شریعت کی سخت پابند تھیں، عبادات وریاضت اور زہد و تقویٰ میں بلند شان کی حامل تھیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا عبادت و تقویٰ اور زہد والی خاتون تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا: میرے بعد گھر میں بیٹھنا اس پر سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے ایسی سختی سے عمل فرمایا کہ پھر کبھی حج کے لئے بھی تشریف نہ لے کر گئیں اور فرماتی تھی کہ میں حج وعمرہ دونوں کر چکی ہوں اور اب رسول خدا کے حکم کے مطابق گھر ہی میں بیٹھوں گی۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد سب ازواج مطہرات نے آپ کے انتقال کے بعد کئی حج کئے لیکن سیدہ زینب بنت جحش اور سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہما نے آپ کے بعد کوئی

حج نہیں کیا اور برابر گھر میں رہیں اور فرمایا کرتی تھیں بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد ہم اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گی۔

مناسک حج میں خصوصی رعایت:

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے 10 ہجری میں حج ادا فرمایا آپ کی تمام ازواج مطہرات ہمراہ تھیں۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا چونکہ سن رسیدہ بھی تھیں اور جسم قدرے بھاری ہو گیا تھا اس لیے تیز رفتاری کے ساتھ چل پھر نہ سکتی تھیں۔

اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم (سفر حج میں جب) مزدلفہ پہنچے تو اُمُّ المومنین سودہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ لوگوں کے مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہونے سے قبل انہیں جانے کی اجازت دی جائے، کیونکہ لوگوں کے ہجوم میں چلنا ان کے لیے دشوار تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت فرماتے ہوئے اجازت مرحمت فرمادی چنانچہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا رات ہی میں لوگوں سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہو گئیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ مزدلفہ میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

نوٹ: اصل مسئلہ یہ ہے کہ دوران حج جب مزدلفہ پہنچیں تو رات یہاں گزاریں اور صبح سورج طلوع ہونے کے بعد یہاں سے منیٰ کی طرف روانہ ہوں۔

خوشنودی نبوت کا حصول:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے کیلئے کس کے نام قرعہ نکلتا ہے۔ مزید یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان ایک رات دن کی باری مقرر فرمائی ہوئی تھی، ماسوائے اس کے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ نے اپنی باری

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی ہوئی تھی اور اس سے ان کا مقصود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضامندی تھی۔"

سیدہ عائشہ کی عجب تمنا:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عزیز تھیں، میری تمنا تھی کہ کاش میں (میری روح) ان کے جسم میں ہوتی، اگرچہ سیدہ سودہ کے مزاج میں جلال جلد غالب آجاتا تھا، جب وہ بوڑھی ہو گئیں تو انہوں نے اپنے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے اپنی باری عائشہ کو دے دی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے ہاں دو دن رہتے تھے، ایک دن حضرت عائشہ کی باری کا اور ایک دن حضرت سودہ کی باری کا۔"

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ام المؤمنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو خطرہ ہو گیا تھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں طلاق دے دیں گے چنانچہ انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے طلاق نہ دیں مجھے اپنی زوجیت کے شرف سے محروم نہ فرمائیں اور میری باری کا دن عائشہ کو دے دیا کریں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا، اس پر آیت نازل ہوئی: وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ۔ (سورۃ النساء آیت نمبر 128)

ترجمہ: اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال، نامناسب رویہ یا بے پرواہی کا ہو تو دونوں کو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طور پر صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے۔

سوکن کو ترجیح دینا:

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے ایثار کا یہ عدیم النظیر اور فقید المثال واقعہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منظور نظر اور چہیتی بیوی کو اپنی باری کا دن تفویض فرما کر اپنے شوہر کی رضامندی کا تمغہ بھی حاصل کر لیا اور اپنی سوکن کو بھی راضی کر لیا۔

خصوصیت سیدہ سودہ:

ام المؤمنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے خصائص میں سے ایک خصوصیت تھی کہ انہوں نے اپنی باری سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سپرد کر دی ان کا یہ جذبہ ایثار اس وجہ سے تھا کہ وہ اس حبیبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بارگاہ نبوّت میں تقرب حاصل کریں۔

ظرافت اور حِسِّ مزاح:

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں اگرچہ جلال جلد غالب آجایا کرتا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان میں حس مزاح اور ظرافت بھی خوب تھی۔ کبھی کبھار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسانے کی غرض سے عام مزاج سے ہٹ کر چل کر دکھاتیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑتے۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام اللیل میں کھڑی ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگیں: میں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ نے اتنا لمبا رکوع فرمایا کہ مجھے یوں لگا کہ میری نکسیر پھوٹ پڑے گی اور اپنے ناک کو سہلانے لگیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسکرائے۔

خوشگوار اور بے تکلف زندگی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے لیکن اس کے

باوجود آپ صحابہ کی مجلس میں وقتاً فوقتاً مزاحیہ کلمات اور ظرافت بھرے جملے ارشاد فرماتے، اسی طرح اپنے اہل خانہ کے درمیان بھی خوشگوار موڈ میں رہتے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زندگی پوری طرح فطری انداز میں بسر فرمائی جو تکلفات بالکل پاک تھیں اور یہی تعلیم اپنی امت کو دی ہے۔

وفات:

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے آخری زمانہ میں ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت 23ھ میں ہے۔

رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اجمالی خاکہ

نام	عائشہ
کنیت	ام عبد اللہ
القابات	حبیبۃ الرسول، صدیقہ، حمیرا
والد	ابو بکر صدیق (قبیلہ قریش شاخ بنو تمیم)
والدہ	ام رومان (قبیلہ قریش شاخ بنو کنانہ)
سن پیدائش	5 نبوی (بعثت نبوی کے پانچ برس بعد)
قبیلہ	قریش (شاخ بنو تمیم)
زوجیت رسول	1 ہجری (ہجرت کے 1 برس بعد)
سن وفات	58 ہجری
مقام تدفین	جنت البقیع (مدینہ منورہ)
کل عمر	67 سال تقریباً

نام و نسب:

نام عائشہ ہے، والد کی طرف سے سلسلہ نسب اس طرح ہے: عائشہ بنت ابی بکر بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک۔ جبکہ والدہ محترمہ کی طرف سے سلسلہ نسب کچھ یوں ہے: عائشہ بنت اُمِ رومان زینب بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن وہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

کنیت:

آپ کی کنیت اُمِ عبداللہ ہے۔ اگرچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ خواتین نے تو اپنی اولادوں کے نام پر اپنی اپنی کنیت رکھ لیں، میں اپنی کنیت کس کے نام پر رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھانجے عبداللہ کے نام پر رکھ لو۔ اس وجہ سے آپ نے اپنی کنیت "اُمّ عبداللہ" رکھ لی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں، سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی شادی مشہور صحابی رسول سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نمایاں کارنامے حدیث و تاریخ کی کتب میں بکثرت موجود ہیں۔

القابات و خطابات:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ متعدد خوبیوں کی مالک تھیں اس لیے آپ کے القاب بھی متعدد ہیں۔ چند یہ ہیں: صدیقہ (ہمیشہ سچ بولنے والی)، حبیبۃ الرسول (یعنی آپ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ

محبت فرماتے) المُبرۃ (جس کی پاکدامنی کی گواہی اورآپ پر لگنے والے جھوٹے الزام سے برات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل فرمائی)، طیبہ، طاہرہ (پاکباز اور پاکیزہ سیرت کی مالکہ) اور حمیراء (سرخ رنگت والی)۔ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کو "بنت الصدیق" کا خطاب بھی عنایت فرمایا۔ اسی طرح حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کو محبت میں "یا عائش" بھی فرمایا۔

خاندانی پس منظر:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا والد کی طرف سے کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مرہ بن کعب پر آٹھویں پشت میں مل جاتا ہے جبکہ والدہ کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مالک بن کنانہ پر گیارہویں پشت میں مل جاتا ہے۔ یوں آپ کا ننھیال اور ددھیال دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں مل جاتے ہیں۔

ولادت:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے 5 سال بعد ماہِ شوال المکرم مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

بچپن:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بچپن بہت خوشگوار گزرا ہے، جہاں آنکھ کھولی وہ گھر صداقت کا گھوارہ تھا اور بچپنے میں ہی جہاں جا کر ازدواجی زندگی بسر فرمائی وہاں نبوت کا بسیرا تھا۔ اس لیے چاق وچوبند ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ صلاحیتوں نے آپ کی شخصیت کو خوب نکھارا۔ علم و ادب سے گہری وابستگی، فطری حاضر جوابی،

ذکاوت و ذہانت، مذہبی واقفیت اور غیر معمولی قوت حافظہ کی وجہ سے آپ کو اپنی سہیلیوں میں امتیازی مقام حاصل ہے۔

لباس:

عام طور پر ایک سادہ مگر پاک و صاف جوڑا زیب تن فرماتیں، آپ کے پاس ایک ایسا کرتا بھی تھا جس کی قیمت پانچ درہم تھی، اس زمانے کے اعتبار سے اسے قیمتی جوڑا شمار کیا جاتا، شادی بیاہ کے موقعوں پر دلہنیں اس جوڑے کو عاریتاً منگواتی اور کچھ دنوں بعد آپ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیتیں۔ کبھی کبھار اپنے کپڑے کو زعفران میں رنگ کر استعمال فرمالیتیں۔ آپ کے پاس سرخ رنگ کا کرتا بھی موجود تھا، ایک سیاہ رنگ کا دوپٹہ بھی تھا۔ ایک کے پاس ایک بڑی چادر بھی تھی ایام حج و عمرہ میں طوافِ کعبہ کے دوران اسے اوڑھ لیا کرتیں تاکہ لوگوں سے پردے میں رہیں۔ مہندی اور خوشبو بھی استعمال فرماتیں۔

زیور:

آپ رضی اللہ عنہا کبھی کبھی گلے میں یمنی ہار پہنتیں جو سیاہ و سفید مہروں سے بنا ہوا تھا، انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں بھی پہنا کرتی تھیں۔

کھیل کود:

کھیل کود بچپنے کا لازمی حصہ ہے اور صحت مند ذہن کا عکاس۔ آپ رضی اللہ عنہا کو بھی کھیل کود کا شوق تھا اور ان میں دو کھیل آپ کے پسندیدہ تھے۔ گڑیوں سے کھیلنا اور جھولا جھولنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی سہیلوں کے ساتھ گڑیوں سے کھیل رہی ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر

آپ رضی اللہ عنہا کی چھوٹی چھوٹی سہیلیاں چھپ جاتیں اور گڑیوں کو بھی چھپا لیتیں۔ آپ بچیوں کو بلاتے اور حضرت عائشہ کے ساتھ کھیلنے کو کہتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک یا غزوہ خیبر (کسی ایک) سے واپس تشریف لائے تو میرے طاقچے کے آگے پردہ پڑا ہوا تھا۔ اتنے میں ہوا ذرا تیز ہوئی تو اس نے پردے کی ایک جانب اٹھا دی تب سامنے میرے کھلونے اور گڑیاں نظر آئے۔ آپ نے پوچھا" عائشہ یہ کیا ہے؟" میں نے کہا: یہ میری گڑیاں ہیں۔ آپ نے ان میں کپڑے کا ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے دو پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھوڑے کے بارے بطور خاص پوچھا:"میں ان کے درمیان یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟" میں نے کہا: یہ گھوڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا" اور اس کے اوپر کیا ہے؟" میں نے کہا: اس کے دو پر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا" کیا گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟" میں نے کہا کہ: آپ نے سنا نہیں کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہنسے یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں مبارک دیکھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میری والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا آئیں، اس وقت میں اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی۔

نوٹ: بچیوں کے کھیل کود کے بارے میری کتاب "مسلمان عورت" ملاحظہ فرمائیں۔

خواب میں بشارت:

جس کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے وہ بہت خوش نصیب انسان ہوتا ہے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنی ساری زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق بسر کرے۔ یہ خوش نصیبی ایک مومن کے لیے ہے

جبکہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی کا عالم یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آپ کی زیارت کی۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میں نے تمہیں دوبار خواب میں دیکھا ہے ایک شخص میرے پاس آیا اس کے پاس ریشمی کپڑے میں تمہاری صورت تھی اور مجھے کہا کہ یہ آپ کی ہونے والی اہلیہ ہے، میں نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو صورت تمہاری تھی تب میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا فرمائیں گے۔

پیغامِ نکاح:

ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے جیسے ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح لے کر گئیں، جو انہوں نے بصد سعادت قبول کیا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح لے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھی گئیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا، سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتظار کر لینا چاہیئے، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہیں سارا معاملہ بتایا گیا۔

شبہِ صدیقی کا نبوی جواب:

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو میرے منہ بولے بھائی ہیں اس نسبت سے تو میری بیٹی عائشہ ان کی بھتیجی ہوئی۔ بھتیجی سے نکاح کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرے دینی بھائی ہیں لہذا نکاح جائز ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سعادت پر لبیک کہا۔

پہلی نسبت ٹوٹنے کی وجہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام نکاح سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جبیر بن مطعم بن عدی سے ہوچکی تھی، اِس لیے اُن سے پوچھنا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مطعم بن عدی کے پاس گئے اور فرمایا کہ تم نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی نسبت اپنے بیٹے جبیر سے کی تھی، اب آپ کا کیا خیال ہے؟ مطعم بن عدی نے اپنی بیوی سے مشورہ لیا (ان کے خاندان نے ابھی تک دعوت اسلام پر لبیک نہیں کہا تھا) اُن کی بیوی نے کہا: اگر یہ لڑکی (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) ہمارے گھر آگئی تو ہمارا بچہ بے دِین ہو جائے گا (یعنی بت پرستی چھوڑ دے گا) لہٰذا ہمیں یہ بات منظور نہیں۔

نوٹ: یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ صرف نسبت طے ہوئی تھی یعنی منگنی ہوئی تھی، نکاح یا رخصتی وغیرہ نہیں ہوئی تھی۔ یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی سے نکاح نہیں ہوا۔

عائشہ؛ ام المومنین بنتی ہیں:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے نکاح والے دن کے بارے میں بتلاتی ہیں کہ ایک دن میری والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا آئیں، اس وقت میں اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی انہوں نے مجھے آواز دی میں آگئی۔ مجھے اس بات کا کچھ علم نہیں تھا کہ ان کا کیا ارادہ ہے؟۔ خیر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھر کے دروازے کے پاس کھڑا کر دیا اور جھولا جھولنے کی وجہ سے میرا سانس پھولا جا رہا تھا، کچھ دیر بعد جب مجھے کچھ سکون سا ہوا تو انہوں نے پانی سے میرا منہ اور سر دھویا۔ اس کے بعد مجھے گھر

کے ایک کمرے میں لے گئے۔ جہاں پہلے سے انصار کی چند خواتین موجود تھیں، مجھے دیکھتے ہی انہوں نے خیر و برکت کی دعا دی اور کہا کہ اچھا نصیب لے کر آئی ہو، میری والدہ نے مجھے انہیں کے حوالہ کیا اُنہوں نے مجھے دلہن کی طرح سجایا۔ اس کے بعد جب دن چڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے مجھے آپ کے سپرد کر دیا۔

ہجرت مدینہ کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے عزیز و اقارب کے ہمراہ بنو حارث کے محلہ میں رہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ 7 یا 8 مہینوں تک اپنی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہیں۔ اس دوران اکثر مہاجرین کو یثرب (مدینہ منورہ) کی آب و ہوا موافق نہ آئی اور لوگ بیمار پڑ گئے۔ انہی میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ بھی سخت بیمار ہوئے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کی تیمارداری میں مصروف رہیں۔ کچھ دنوں بعد آپ بھی بخار میں مبتلا ہو گئیں، مرض کی شدت کا یہ حال تھا کہ آپ کے سر کے بال تک جھڑ گئے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ عرصہ بعد میرا بخار اتر گیا اور میں صحت یاب ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے والد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اپنی اہلیہ کو رخصت کیوں نہیں کرا لیتے؟ اِس میں کیا رکاوٹ ہے؟ (یعنی آپ اپنی زوجہ اپنے گھر کیوں نہیں بلوا لیتے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِس وقت میرے پاس حق مہر ادا کرنے کے لیے رقم موجود نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر میرے ابو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو 500 دراہم دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام رقم مجھے بھجوائی اور میری رخصتی عمل میں آئی۔

امتیازی خصوصیات:

خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: 9 باتیں ایسی ہیں جو دنیا میں میرے سوا کسی اور کے حصے میں نہیں آئیں:

1. خواب میں فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری صورت پیش فرمائی۔
2. 7 سال میں میرے ساتھ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔
3. 9 برس کی عمر میں میری رخصتی ہوئی۔
4. امہات المومنین میں میرے سوا کوئی بیوی پہلے کنواری نہیں تھی۔
5. امہات المومنین میں سے صرف میرے بستر پر قرآن کریم نازل ہوتا۔
6. مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی ہونے کا شرف حاصل ہے۔
7. میرے حق میں قرآن کریم کی آیات اتریں۔
8. میں نے جبرئیل امین کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔
9. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھے وفات پائی۔

علمی جلالت شان:

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں (صحابہ کرام) جب کسی مسئلے میں مشکل پیش آتی تو ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اِس بارے میں سوال کرتے تو آپ رضی اللہ عنہا ہماری صحیح رہنمائی فرماتیں۔

مشہور تابعی امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اِس اُمت کی تمام عورتوں کے جن میں اُمہات المومنین بھی شامل ہوں، علم کو جمع کر لیا جائے تو عائشہ کا علم اُن سب کے علم سے زیادہ ہے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کسی بھی خطیب کو حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر بلاغت و فطانت (ذہانت) والا نہیں دیکھا۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن، علم میراث، حلال و حرام، فقہ و اجتہاد، شعر و ادب، حکمت و طب، تاریخ عرب اور علم انساب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

معروف تابعی حضرت مسروق رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرائض (میراث) میں ماہر تھیں؟ فرمایا: ہاں! اُس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نے مشائخ و اکابر صحابہ کرام کو دیکھا کہ آپ سے فرائض (میراث) کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔

محدثین نے آپ رضی اللہ عنہا کا شمار ان صحابہ کرام کے ساتھ کیا ہے جو کثرت کے ساتھ روایت کرنے والے ہیں۔

معانی قرآنی، فقہ و اجتہاد، علم میراث، شعر و ادب، طب و حکمت، تاریخ عرب اور علم الانساب میں بھی آپ کا ہم پلہ کوئی نہیں اس کے ساتھ ساتھ علم حدیث میں آپ کی جو خدمات ہیں چند صحابہ کرام کے علاوہ امہات المومنین اور تمام صحابہ سے بڑھ کر ہیں۔ آپ مسائل کا شرعی بتلاتیں اور فتوی بھی دیا کرتی تھیں۔

عبادات و معمولات:

فرائض، واجبات اور سنتوں کی ادائیگی میں زندگی بھر کبھی غفلت کا شکار نہیں ہوئیں اس کے ساتھ ساتھ نوافل و مستحبات میں بھی بہت دلچسپی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لیے اٹھتے تو آپ رضی اللہ عنہا بھی اٹھتیں اور نماز تہجد ادا فرماتیں۔ چاشت کی 8 رکعات کا معمول زندگی بھر رہا۔ اکثر روزہ سے ہوتیں۔ ایک دفعہ گرمیوں میں عرفہ کا دن تھا آپ روزے سے تھیں گرمی اس قدر سخت تھی کہ بار بار سر پر پانی ڈالتیں آپ کے بھائی حضرت عبد الرحمان نے کہا جب

اتنی گرمی تھی تو روزہ کیوں رکھا؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں بھلا یوم عرفہ کا روزہ کیسے چھوڑ سکتی ہوں جبکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ عرفہ کا روزے سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حج کی پابند تھیں بہت کم ایسا ہوا کہ آپ نے حج نہ کیا ہو۔ آپ نے کثرت کے ساتھ غلاموں کو آزاد کیا۔

آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد 67 ہے۔ حاجت مندوں کا بہت خیال فرماتیں۔ مالی صدقہ کثرت سے دیتیں۔ فقراء اور مساکین کو بہت نوازتیں۔ ان کی عزت وتوقیر کا خیال رکھتیں۔

قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں صبح کو جب گھر سے روانہ ہوتا تو سب سے پہلے سلام کرنے کی غرض سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتا، ایک صبح میں آپ کے گھر گیا تو آپ حالت قیام میں یہ آیت مبارکہ پڑھ رہی تھیں: فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡنَا وَ وَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوۡمِ اور روتی جارہی تھیں اور اِس آیت کو بار بار دہرا رہی تھیں، میں انتظار میں کچھ دیر رکا رہا، یہاں تک کہ کھڑا ہو ہو کر اُکتانے لگا اور اپنے کام کاج کے لیے بازار چلا گیا، جب واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ اِسی حالت میں کھڑی نماز ادا فرما رہی ہیں اور مسلسل روئے جارہی ہیں۔

نوٹ: حدیث مبارک میں جو آیت کریمہ مذکور ہے یہ سورۃ الطور کی آیت نمبر 27 ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں جھلسا دینے والی ہوا کے عذاب سے بچالیا۔

سخاوت ودریادلی:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اللہ کے رزق میں سے جو بھی چیز آتی وہ اس کو اپنے پاس نہ روکے رکھتیں بلکہ اسی وقت (کھڑے کھڑے) اس کا صدقہ فرمادیتیں۔"

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نے ایک ہی وقت میں 70 ہزار دراہم اللہ کی راہ میں خیرات کیے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ ام ذرہ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں: عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دو تھیلوں میں آپ کو 80 ہزار یا ایک لاکھ کی مالیت کا مال بھیجا، آپ نے ایک تھال منگوایا اس میں مال رکھا اور لوگوں میں تقسیم کرنے بیٹھ گئیں۔ اور سارے کا سارا مال اللہ کی راہ میں تقسیم فرما دیا حتیٰ کہ ایک درہم بھی نہ بچا۔ آپ اُس دن روزے سے بھی تھیں۔ جب شام ہو گئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے افطار کے لیے کچھ لاؤ، وہ لڑکی ایک روٹی اور تھوڑا سا گھی لے کر آئی۔ اس پر اُم ذرہ رحمہا اللہ نے آپ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: آپ نے جو مال آج تقسیم کیا ہے، اگر اس میں سے ایک درہم بھی بچا لیتی تو ہم اس کا گوشت خرید لیتیں اور اس سے افطار کرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اب اس طرح نہ کہو اگر مجھے اسی وقت یاد دلاتی تو شاید میں ایک درہم رکھ بھی لیتی۔

جلیل القدر تابعی حضرت عطاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سونے کا ایک ہار بھیجا جس میں ایک ایسا جوہر لگا ہوا تھا جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی، آپ رضی اللہ عنہا نے وہ قیمتی ہار تمام امہات المومنین میں تقسیم فرما دیا۔

”افک“ کا دلخراش سانحہ:

آپ رضی اللہ عنہا کے زندگی کے بہت سے واقعات ایسے ہیں جو حوادثات کہلاتے ہیں۔ دشمنان اسلام منافقین نے آپ کی عفت و پاکدامنی پر انگلیاں بھی اٹھائیں۔ جسے عُرفِ عام میں ”واقعہ اِفک“ کہا جاتا ہے یہ بہت دلخراش سانحہ تھا کئی دنوں کے صبر و استقلال کے بعد بالآخر اللہ رب العزت نے آپ کی پاکدامنی پر قرآنی

مہر ثبت کر دی، قرآن کریم کی سورۃ نور میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

نوٹ: اِفک "جھوٹ، تہمت اور بدعنوانی کے جھوٹے الزام" کو کہتے ہیں۔ جبکہ بعض اہل لغت کے ہاں افک محض جھوٹ کو نہیں بلکہ ایسے بڑے جھوٹ کو کہتے ہیں جو اصل معاملے کی ساری صورتحال کو یکسر بدل دے۔ یہ لفظ "فِکر" کی طرح پڑھا جاتا ہے۔ یعنی الف کے نیچے زیر کے ساتھ۔

غزوہ بنو مُصطَلَق جو غزوہ مُرَیسِیع کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ ابن اسحٰق رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق شعبان 6ھ میں جبکہ ابن سعد رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ غزوہ خندق سے بھی پہلے شعبان 5ھ میں پیش آیا۔ اس سفر میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمرکاب تھیں۔

مدینہ منورہ سے پہلے ذی قرع ایک بستی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ لشکر کی روانگی سے کچھ پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے لشکر سے ذرا دور نکل کر باہر آڑ میں چلی گئیں۔ جب واپس تشریف لا رہی تھیں تو اِتفاقاً آپ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ اپنے گلے پر پڑا، ایک دم ٹھٹک کر رہ گئیں کیونکہ اپنی ہمشیرہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے جو ہار عاریتاً لائی تھیں وہ گلے میں موجود نہیں تھا بلکہ کہیں گر چکا تھا۔ چنانچہ آپ واپس پلٹیں اور ہار تلاش کرنا شروع کیا۔

دوسری طرف لشکر مدینہ منورہ کی طرف جانے کے لیے بالکل تیار تھا، آپ رضی اللہ عنہا نے یہ خیال کیا کہ ہار ابھی مل جائے گا اور میں واپس آجاؤں گی۔ لیکن ہار تلاش کرنے میں کافی دیر ہوگئی۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے جاتے وقت کسی کو اطلاع نہیں دی کہ میں قضائے حاجت کے لیے جا رہی ہوں، ساربانوں (جو کجاوے کو

اٹھا کر اونٹ پر باندھتے ہیں) نے خیال کیا کہ آپ کجاوے میں سوار ہیں۔

نوٹ: یہ کجاوہ ڈولی نما ہوا کرتا تھا جس میں مستورات سفر کرتی تھیں۔ چونکہ پردے کے احکام نازل ہو چکے تھے اس لیے ازواج مطہرات اور دیگر مسلمان خواتین سفر میں باپردہ ہی رہتی تھیں۔

اس کجاوے کے پردے نیچے لٹکے ہوئے تھے، ساربانوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہا کجاوے کے اندر موجود ہیں۔ کجاوہ اونٹ پر کسا اور لشکر کے ساتھ چل دیے۔ اُس زمانہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بمشکل 14/15 سال برس تھی اور آپ رضی اللہ عنہا کا جسم بھی دبلا پتلا تھا۔ اِسی لیے کجاوہ کَسنے والے ساربانوں کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ سوار ہیں یا نہیں۔؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: میں کافی دیر ہار تلاش کرتی رہی، بالآخر ہار مجھے مل گیا لیکن ایک پریشانی بھی ساتھ لاحق ہو گئی کہ قافلہ مجھ سے دور جا چکا تھا۔ غالباً ساربانوں نے میرا کجاوہ اٹھایا اور اونٹ پر باندھ دیا یہ سمجھ کر کہ میں بھی اس میں سوار ہوں حالانکہ میں ہار تلاش کرنے گئی تھی۔

اب اس میدان میں سوائے سیدہ عائشہ کے اور کوئی بھی نہیں تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے قافلے کے پیچھے جانے کے بجائے یہ فیصلہ کیا کہ قافلہ والے جب مجھے اپنے اندر نہ پائیں گے تو لازماً تلاش کرنے کے لیے یہیں لوٹیں گے اس لیے آپ رضی اللہ عنہا چادر لپیٹ کر سو گئیں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہا کو نیند آ گئی۔

جب لشکر کسی معرکے کے لیے نکلتے تو قافلے کے تین حصے ہوتے تھے۔ قافلے سے آگے کچھ فاصلے پر چند افراد ہوتے جنہیں حفاظتی دستہ یا مقدمۃ الجیش کہا جاتا۔ پھر قافلہ اور آخر میں چند افراد یا کسی ایک کی ذمہ داری ہوتی کہ قافلے والوں کی

کوئی چیز راستے میں گر گئی ہو تو وہ اسے اٹھاتے۔

چونکہ قافلہ جا چکا تھا، قافلہ کے آخری حصہ کے ذمہ دار حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ تھے، وہ وہاں پہنچے اور دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آرام فرما رہی ہیں۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو پردہ کے حکم نازل ہونے سے قبل چونکہ دیکھا ہوا تھا، اس لیے آپ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کانوں میں جب حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی آواز پڑی تو آپ فوراً جاگ گئیں اور جھٹ سے پردہ کر لیا۔ آپ خود رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! صفوان نے مجھ سے کوئی بات تک نہیں کی اور اُن کی زبان سے سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ کے میں نے کوئی کلمہ نہیں سنا۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: صفوان نے اپنا اونٹ میرے قریب کیا اور خود پیچھے ہٹ گئے، میں اُس پر سوار ہوئی اور صفوان اُس اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے ہو لیے اور لشکر کی تلاش میں تیزی سے روانہ ہوئے۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم دوپہر کو لشکر کے ساتھ آ کر ملے اور تہمت لگانے والوں کو جو کچھ کہنا تھا، اُنہوں نے کہا اور مجھ کو اِس کی کوئی خبر نہ تھی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مدینہ پہنچ کر میں بیمار ہو گئیں۔ تقریباً ایک مہینہ بیماری میں گزرا، بہتان طرازوں اور اِفتراء پردازوں نے طوفان برپا کرنے والے اپنے کام میں لگے رہے مگر مجھے ان باتوں کا کچھ علم نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس مہربانی میں کمی آ جانے کی وجہ سے جو سابقہ بیماریوں میں میرے ساتھ رہی، دلی طور پر پریشان کن تھا کہ آخر کیا بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تو تشریف لاتے ہیں اور دوسروں سے میرا حال دریافت کر کے واپس ہو جاتے ہیں، مجھ

سے دریافت نہیں کرتے، آپ کے اس انداز سے میری تکلیف میں اضافہ ہوتا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایسے حالات نے مجھے دل گرفتہ کر دیا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ! اگر آپ مجھے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں، میں وہاں چلی جائوں تا کہ وہ میری تیمارداری اچھی طرح سے کر سکیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ میں اپنی والدہ کے پاس چلی آئی اور میں اِن باتوں سے قطعاً بے خبر تھی اور قریباً ایک ماہ کی بیماری میں نہایت کمزور ہو چکی تھی۔ ہم عرب لوگ تھے، ہمارے گھروں میں اہل عجم کی طرح بیت الخلانہ تھا۔ قضائے حاجت کے لیے مدینہ کی کھلی فضاء میں چلے جاتے تھے (یعنی کھلے جنگل میں شہر کے باہر) اور خواتین حوائج ضروریہ کے لیے رات کو باہر جایا کرتی تھیں۔ چنانچہ میں بھی ایک شب رفع حاجت کے لیے باہر گئی اور میرے ہمراہ اُم مسطح بنت ابی رہم بن مطلب تھیں، چلتے چلتے وہ اپنی چادر میں اُلجھ کر ٹھوکر لگی اور گر گئیں تو اُن کے منہ سے نکلا: مسطح ہلاک ہو (مسطح اُن کا بیٹا تھا، لقب مسطح تھا اور نام عوف تھا)۔

یہ سن کر میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے ایک بدری مہاجر کو بد دعاء دے کر برا کیا۔ تو اُم مسطح نے کہا: اے دختر ابی بکر! کیا تم کو وہ بات معلوم نہیں؟ میں نے پوچھا کون سی؟ تو اُم مسطح نے مجھے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ میں نے حیرت سے پوچھا: کیا یہ بات ہو چکی ہے؟

اُم مسطح نے کہا: ہاں واللہ! یہ بات پھیل چکی ہے۔ میرے اوسان خطاء ہو گئے اور میں بغیر رفع حاجت کے واپس چلی آئی، واللہ! میں رات بھر روتی رہی، میں نے محسوس کیا کہ روتے روتے میرا کلیجا پھٹ جائے گا۔ یہ سنتے ہی مرض میں اور شدت آ گئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اپنے والدین کے پاس آئی اور اپنی ماں سے کہا: اے میری ماں آپ کو معلوم ہے کہ لوگ میری بابت کیا کہہ رہے ہیں؟۔ ماں نے کہا: اے میری بیٹی تو رنج نہ کر، دنیا کا قاعدہ یہی ہے کہ جو عورت خوبصورت اور خوب سیرت ہو اور اپنے شوہر کے نزدیک بلند مرتبہ ہو تو حسد کرنے والی عورتیں اُس کے ضرر کے درپے ہو جاتی ہیں اور لوگ بھی اُس پر تہمتیں تراشتے ہیں۔ میں نے اپنی ماں سے پوچھا کہ کیا ابو جان کو بھی اس بات کا علم ہے؟ تو والدہ نے جواب دیا کہ: ہاں۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: اے میری ماں! اللہ تمہاری مغفرت کرے، لوگوں میں تو اِس کا چرچا ہے اور آپ نے مجھ سے اِس کا ذکر تک نہیں کیا، یہ کہتے ہوئے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میری چیخیں نکل گئیں۔ میرے والد جو بالاخانہ پر تلاوتِ قرآن میں مصروف تھے کہ میری چیخ سن کر نیچے آ گئے اور میری ماں سے میرے بارے دریافت کیا۔ ماں نے کہا کہ اِسے ساری بات کا علم ہو گیا ہے۔ یہ سن کر میرے والد بھی رونے لگے۔ مجھ کو شدت کا لرزہ آیا، میری والدہ نے گھر کے تمام کپڑے مجھ پر ڈال دیے اور یونہی تمام رات روتے ہوئے گزر گئی۔ ایک لمحہ کے لیے آنسو نہیں تھمتے تھے کہ اِسی طرح صبح ہو گئی۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان سے شدت غم سے صرف یہ جملہ نکلا: اللہ کی قسم! ایسی بات تو ہمارے بارے میں زمانہ جاہلیت میں بھی کسی نے نہیں کہیں، اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام سے عزت بخشی تو اِس کے بعد کیسے ممکن ہے؟ جب اِس معاملہ میں نزول وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ آپ کے اہل خانہ ہیں، ہم ان میں سوائے خیر و بھلائی کے کچھ نہیں جانتے۔

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل پریشانی اور رنج و غم کو دور کرنے کے لیے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالی نے خواتین کے معاملے میں آپ پر تنگی نہیں رکھی۔ (آپ مزید پریشان نہ ہوں، اور اپنے آپ کو اس فکر میں گھولتے نہ رہیں ہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پریشانیاں دیکھی نہیں جاتی) میری رائے یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بھی خواتین ہیں۔ لیکن آپ اس معاملے میں جلدی نہ فرمائیں بلکہ گھر کی باندی بریرہ سے اس بارے حقیقت حال معلوم کر لیں۔

نوٹ: بعض کم فہم لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے یہ سمجھتے ہیں کہ العیاذ باللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں ام المومنین کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی یا اچھی حیثیت نہیں تھی۔ حالانکہ ہرگز ہرگز ایسا معاملہ نہیں تھا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُم المومنین کی پاکدامنی وعفت میں ذرہ برابر بھی تردد نہیں، باقی رہے ان کے یہ کلمات تو ان کو بغض عائشہ سے پاک دماغ ہی سمجھ سکتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کامل یقین کامل تھا بریرہ ضرور حضرت عائشہ کے حق میں گواہی دے گی اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو اطمینان ہو جائے گا کہ کیونکہ بریرہ رضی اللہ عنہا خانگی معاملات کو قریب سے مشاہدہ کر رہی ہے۔ اس سے بعض کوڑھ مغز لوگ ماں بیٹے کی باہمی کدورت سمجھیں تو ان کے اپنے عقل کا فتور ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ سے پوچھا: بریرہ! اگر تو نے ذرہ برابر بھی کوئی شے ایسی دیکھی ہو جس میں تجھ کو شبہ اور تردد ہو تو بتلا۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: قسم ہے اُس ذات پاک کی، جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر مبعوث فرمایا، میں نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی کوئی بات معیوب اور قابل گرفت کبھی نہیں دیکھی، سوائے اِس کے کہ وہ ایک کمسن لڑکی ہیں، آٹا گندھا ہوا چھوڑ کر سو جاتی ہیں، اور

بکری کا بچہ آ کر اُسے کھا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سنا فوراً مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر مختصر خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! تم میں سے اس شخص کے خلاف کون میرا ساتھ دینے کو تیار ہے کہ جس نے میرے اہل بیت کو ایذاء پہنچائی۔ اللہ کی قسم! میں نے اپنے اہل خانہ سے سوائے نیکی اور پاکدامنی کے کچھ نہیں دیکھا اور بالکل اسی طرح جس شخص کا اُن لوگوں نے نام لیا ہے اُن میں بھی سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں دیکھا۔

(اگرچہ حدیث پاک میں اس شخص کا صراحت کے ساتھ نام نہیں ہے لیکن حدیث کے مضمون سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ اس سے مراد حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ ہیں)۔

چنانچہ قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ نے پورے قبیلے کی طرف سے ترجمانی کرتے ہوئے گفتگو فرمائی اس کے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی۔ اختلاف مزاج کے بشری تقاضوں کے تحت بدمزگی سی محسوس ہونے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور دونوں کو خاموش رہنے کا حکم فرمایا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: میرا یہ سارا دن بھی روتے ہوئے گزرا، ایک لمحہ بھر کے لیے بھی آنسو نہیں تھمے۔ رات بھی اِسی طرح گزری، میری اِس حالت میں میرے والدین کو گمان ہونے لگا تھا کہ اب اِس کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو بالکل میرے قریب آکر میرے والدین بیٹھ گئے اور میں روئے جا رہی تھی اتنے میں انصار کی ایک عورت آگئی اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی۔

اِسی دوران اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام

کر کے میرے قریب بیٹھ گئے۔ جب سے جھوٹا منفی پروپیگنڈا عام ہوا کبھی آپ میرے پاس آ کر نہیں بیٹھے تھے اور وحی کے اِنتظار میں ایک مہینہ گزر چکا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی۔ اِس کے بعد یہ فرمایا: اے عائشہ! مجھے تیرے بارے میں ایسی ایسی بات پہنچی ہے، اگر تو اس بَری ہے تو دیکھنا عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور بَری کرے گا اور اگر تو نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ سے توبہ اور استغفار کر، اِس لیے کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ اُس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم فرمائی تو اُسی وقت میرے آنسو تھم گئے۔ یہاں تک کہ آنسو کا کوئی ایک قطرہ بھی میری آنکھ میں نہ رہا اور میں نے اپنے والد سے کہا:

ابو! آپ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں، اُنہوں نے کہا: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں؟

پھر میں نے یہی الفاظ اپنی ماں سے کہے تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ اِس کے بعد میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا: اللہ کو بخوبی علم ہے کہ میں اس سارے معاملے میں بری اور بے قصور ہوں لیکن (منفی پروپیگنڈے کی وجہ سے) لوگوں کے دلوں پر اس کے اثرات گہرے پڑ چکے ہیں۔

اگر میں یوں کہوں کہ میں اس سے بَری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بَری ہوں، تو تم سب یقین نہ کرو گے اور اگر بالفرض میں اقرار کر لوں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بَری ہوں، تو تم سب یقین کرو گے اور میں نے روتے ہوئے یہ کہا:

اللہ کی قسم! میں اُس چیز سے کبھی توبہ نہیں کروں گی جو یہ لوگ مجھ سے غلط

منسوب کرتے ہیں، بس میں وہی کہتی ہوں کہ جو یوسف علیہ السلام کے باپ نے کہا تھا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ صبر بہتر ہے اور اللہ ہی مدد گار ہے اُس بات کی حقیقت ظاہر فرمانے پر جو تم بیان کرتے ہو۔

(اس موقع پر آپ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام نہیں لیا اس کی وجہ خود بیان فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد کیا تو نام یاد نہ آیا تو اِس لیے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کہا)

آپ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: اُس وقت میرے دل کو کامل یقین ہو گیا کہ ضرور اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بری ثابت فرمائیں گے، لیکن یہ تو میرے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ میرے بارے میں اللہ تعالیٰ ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی ہمیشہ تلاوت ہوتی رہے گی، میرا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری برأت اپنے رسول کو خواب دکھادیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں پر تشریف فرما تھے کہ آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ رکھ دیا گیا اور ایک چادر اوڑھا دی گئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: باوجود شدید سردی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبارک سے پسینے کے قطرات ٹپکنے لگے۔ جب وحی کا نزول شروع ہوا تو میں بالکل نہیں گھبرائی، کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں بَری ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم نہیں فرمائے گا، لیکن میرے والدین کا خوف سے یہ حال تھا کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اُن کی جان ہی نہ نکل جائے۔

وحی الٰہی کا نزول ختم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی مبارک سے پسینہ صاف کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا: يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ۔ اے عائشہ! اللہ نے تمہاری پاکدامنی بیان فرما دی ہے۔ چنانچہ سورۃ نور کی 11 سے لے کر 20 تک دس آیات مبارکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں نازل ہوئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میری والدہ نے مجھے کہا کہ عائشہ اٹھو! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! سوائے اللہ تعالیٰ کے جس نے میری برأت نازل فرمائی، کسی کا شکریہ ادا نہیں کروں گی۔

نوٹ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوہری حیثیت کی مالکہ ہیں۔ پہلی حیثیت یہ کہ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتی ہیں اور دوسری حیثیت کہ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں بلکہ محبوب ترین بیوی ہیں۔ اب سمجھیے کہ آپ رضی اللہ عنہا والدہ کے کہنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ کیوں نہیں ادا کیا یہ شوہر اور بیوی میں لاڈو محبت کا وہ درجہ ہے جسے نافرمانی کا نام نہیں دیا جاتا بلکہ "نازِ محبوبی" کہا جاتا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ النور کی اِن آیاتِ مبارکہ کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اُٹھے اور لختِ جگر کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی تشریف لائے اور صحابہ کرام کے سامنے مذکورہ آیات تلاوت فرمائیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول اس فتنے کی اصل بنیاد عبد اللہ ابن اُبی بن سلول منافق تھا اور اُس کے ساتھ منافقین کا گروہ سرگرم تھا۔ مسلمانوں میں سے مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ان کے مکر و فریب کے جال میں پھنس گئے۔

اِن تینوں افراد پر حدِ قذف (جھوٹی تہمت لگانے کی شرعی سزا) جاری کرتے ہوئے 80،80 کوڑے مارے گئے اور وہ اپنی غلطی سے تائب ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم

آیتِ تیمم کا نزول:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے جب ہم لوگ مقام "بیداء" یا مقام "ذات الجیش" میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ لوگ اس ہار کی تلاش میں وہاں ٹھہر گئے، وہاں پانی بھی موجود نہیں تھا۔ اس وجہ سے کچھ لوگوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر میری شکایت کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہاں ٹھہرا لیا ہے حالانکہ یہاں پانی موجود نہیں ہے، یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور (بحیثیت والد) مجھے سخت وسست کہا اور (ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے) اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں مکا مارا۔

اس وقت رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر اپنا سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ اس لیے میں بالکل ہلی جلی نہیں۔ صبح کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو وہاں کہیں پانی موجود ہی نہیں تھا، اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیمم کی آیت نازل ہو گئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تیمم کیا۔

اس موقع پر حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے آل ابو بکر! یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے۔ (بلکہ آپ کے گھرانے کی کئی برکات ہیں) اس کے بعد ہم نے اونٹ کو اٹھایا تو اس کے نیچے ہار موجود تھا۔

خوشگوار ازدواجی زندگی کے چند واقعات

واقعہ نمبر 1:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار آپ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جب سے مجھے اس بات کا علم ہوا کہ تم جنت میں بھی میری بیوی رہو گی مجھے موت کی پرواہ نہیں رہی۔

واقعہ نمبر 2:

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے کا برتن ہاتھ میں لے لیتے اور مجھے قسم دیتے کہ میں اِس میں سے کچھ کھاؤں پیوں، (جب میں کھا؛ پی لیتی تو) آپ برتن کو مجھ سے لیتے اور جہاں سے میں نے منہ لگا کر کھایا پیا ہوتا تھا، اسی جگہ سے خود کھاتے اور پیتے۔

واقعہ نمبر 3:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ کبھی ایسے بھی ہوتا کہ گوشت والی ہڈی کو جس جگہ سے میں کھاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی جگہ سے تناول فرماتے۔ (یعنی دونوں مل جل کر تناول فرماتے)

واقعہ نمبر 4:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جیسے تمام کھانوں میں ثرید عمدہ کھانا ہوتا ہے، اسی طرح عائشہ تمام عورتوں میں بہترین عورت ہے۔ (یہ الفاظ خوشگوار گھریلو زندگی کے عکاس ہیں)

واقعہ نمبر 5:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک دن چرخہ کات رہی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نعلین پاک کو گانٹھ رہے تھے اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے پسینہ کے قطرات ٹپکنے لگے ان میں روشنی سی پھوٹ رہی تھی آپ رضی اللہ عنہا نے یہ خوبصورت نظارہ دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: عائشہ! کیا ہو گیا آپ کو؟ میں نے عرض کی کہ آپ کی مبارک پیشانی سے پسینے کے قطرے دیکھ رہی ہوں۔ ابو کبیر ہُذلی (زمانہ جاہلیت کا معروف شاعر) اگر اس کیفیت کا مشاہدہ کرلیتا تو وہ سمجھ جاتا کہ اس کے شعر کا حقیقی مصداق آپ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس نے کون سا شعر کہا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا شعر سنایا۔

فإذا نظرتُ إلى أسرة وجهه
برقت کبرق العارض المتهلل

ترجمہ: ”جب میں نے اُس کے رُخِ روشن کو دیکھا تو اُس کے رخساروں کی روشنی یوں چمکی جیسے برستے بادل میں بجلی کوند جائے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سنے تو اپنی جگہ سے اٹھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب تشریف لائے اور ازراہ محبت فرمایا: ”اے عائشہ! مجھے جو خوشی تیرے کلام سے ملی ہے اس قدر خوشی تمہیں میرے دیدار سے بھی حاصل نہیں ہوئی ہو گی۔

واقعہ نمبر 6:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: میں ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ تھی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ گئی۔ پھر (کسی دوسرے موقع پر) جب میرا جسم قدرے بھارے پن کا شکار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑھ گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس (پہلی دوڑ) کا بدلہ ہے۔

واقعہ نمبر 7:

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی تکلفات سے پاک تھی اس لیے بے تکلفی کے ماحول میں کبھی کبھار ایسے واقعات بھی رونما ہو جاتے جو فطری زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے: ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین (بے تکلفی میں) کوئی بات ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تم عمر کو حَکَم (فیصلہ کرنے والا) ماننے کے لیے تیار ہو؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: نہیں۔ پھر معصومانہ انداز میں بولی کہ وہ سخت طبیعت کے مالک ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اگر تمہارے والد کو فیصلہ کرنے والا بنا دیں تو تب تم راضی ہو؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ہاں عائشہ! تم بات کرو گی یا میں بتاؤں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ ہی بات کریں؛ ساتھ ہی "نازِ محبوبی" میں یہ بھی کہہ دیا کہ لیکن صحیح صحیح بتانا۔ یہ بات سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ناگوار محسوس ہوئی اور بحیثیت والد اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناک پر تھپڑ رسید کر دیا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھاگیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پیچھے چھُپنے لگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابو بکر! میں نے آپ کو اس لئے نہیں بلایا تھا۔ حضرت

ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قریب بلایا، مگر سیدہ رضی اللہ عنہا نے ناز محبوبی میں آنے سے انکار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: ابھی کچھ دیر پہلے تو تم میری پیٹھ سے چمٹی جا رہی تھیں۔ (چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکرانے لگے)

تھوڑی دیر بعد جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دونوں کو ہنستے مسکراتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا: آپ دونوں نے اپنے اختلاف میں ہمیں شریک کیا تھا، تو اپنی صلح میں بھی ہمیں شریک کرلیں۔

واقعہ نمبر8:

ہمارے معاشرے کی خواتین اپنی سوکن / سوکنوں سے جو سلوک کرتی ہیں اوراس کو شوہر کی نظروں سے گرانے بلکہ یوں کہیے کہ گھر سے نکالنے کے جو منصوبے بناتی ہیں وہ انتہائی قابل افسوس ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ جہاں بیک وقت کئی سوکنیں آباد تھیں کس طرح باہمی محبت و پیار کا منظر پیش کرتا ہے، چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حریرہ (دودھ، آٹا اور گھی وغیرہ سے تیار کردہ عربوں کی مشہور سوغات) تیار کیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بھی تشریف فرما تھیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ بھی تناول فرمائیں۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے کھانے سے انکار کیا۔ (شاید اس وقت طلب نہ ہو گی) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اصرار کیا کہ آپ کو کھانا پڑے گا، ورنہ میں یہ حریرہ تمہارے چہرے پر مل دوں گی۔

اس کے باوجود سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا۔ چنانچہ ازراہ محبت و پیار

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہانے حریرہ میں ہاتھ ڈال کر سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے چہرہ پر لیپ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب باہمی محبت وپیار دیکھ کر مسکرانے لگے اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اب تم بھی عائشہ کے چہرہ پر حریرہ مل دو۔ چنانچہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہانے بھی حریرہ میں ہاتھ ڈالا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے چہرہ پر اسی طرح لیب دیا۔ یہ منظر دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک مسکراتے رہے۔

مدح نبی بزبان عائشہ:

مواہب لدنیہ کی شرح میں امام زرقانی رحمہ اللہ نے لکھاہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں یہ شعر کہا۔

وَلَوْ سَمِعُوا فِي مِصْرَ أَوْصَافَ خَدِّهِ
لَمَا بَذَلُوا فِي سَوْمِ يُوسُفَ مِنْ نَقْدِ
لَوَّامِيْ زَلِيخَا لَوْ رَأَيْنَ جَبِينَهُ
لَآثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوبَ عَلَى الْأَيْدِي

ترجمہ: مصر والے اگر میرے محبوب کے رخسار مبارک کے اوصاف سُن لیتے تو حضرت یوسف علیہ السلام پر سیم وزر کی قیمتیں لگانا بھول جاتے اور زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں اگر میرے محبوب کی جبین مبارک کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے اپنے دل کاٹنے کو ترجیح دیتی۔

اشعار کی تشریح یہ ہے کہ زلیخا کو ملامت کرنے والی اگر میرے محبوب کے جمال کا مشاہدہ کرتیں تو دل کاٹ لیتیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دل مرکزبدن ہے اور انگلیاں شاخ بدن۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مرکز حسن ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں حضرت یوسف علیہ السلام شاخِ حسن ہیں۔ زلیخا کو ملامت کرنی

والی مصری خواتین نے شاخِ حسن کو دیکھا تو شاخِ بدن (انگلیاں) کاٹ لیں۔ اگر وہ مرکزِ حسن کو دیکھتیں تو مرکز بدن (دل) کاٹ لیتیں۔

وفات:

58 ہجری رمضان المبارک کی 17 تاریخ کو آپ سخت بیمار ہوئیں۔ امام ابن سعد نے لکھا ہے کہ کوئی خیریت دریافت کرنے آتا تو فرماتیں کہ اچھی ہوں۔ عیادت کرنے والے بشارتیں سناتے تو جواب میں کہتیں اے کاش میں پتھر ہوتی کبھی فرماتیں کہ اے کاش میں کسی جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی۔

نماز وتر کی ادائیگی کے بعد آپ اس جہاں سے اس جہاں کو کوچ فرما گئیں جس کی خواہش سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللھم الرفیق الاعلی کے الفاظ سے فرمائی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان دنوں مدینہ طیبہ کے قائم مقام حاکم تھے انہوں نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجوں اور بھتیجوں قاسم بن محمد بن ابو بکر، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابو بکر، عبداللہ بن عتیق، عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زوجہ اور امت محمدیہ کے مومنین کی ماں کو قبر کی پاتال میں اتارا۔

رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا

اُمّ المؤمنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما

اجمالی خاکہ

نام	حفصہ
والد	عمر بن خطاب
والدہ	زینب بنت مظعون
سن پیدائش	بعثت نبوی سے 5 سال قبل
قبیلہ	قریش (شاخ بنو عدی)
زوجیت رسول	3 ہجری
سن وفات	45 ہجری
مقامِ تدفین	جنت البقیع (مدینہ منورہ)
کل عمر	63 سال تقریباً

نام و نسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام حفصہ تھا۔ سلسلہ نسب یوں ہے حفصہ بنت عمر بن خطّاب بن نفیل بن عبد العزّیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرطہ بن زراح بن عدی بن کعب بن لُوَیُ۔ آپ کا سلسلہ نسب نویں پشت میں عدی کے ساتھ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک سے مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت زینب بن مظعون رضی اللہ عنہا ہیں جو جلیل القدر صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

ولادت:

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے تقریباً 5 سال قبل پیدا ہوئیں۔

خاندانی پس منظر:

مکہ مکرمہ میں مختلف قبائل آباد تھے، انتظامی معاملات کو درست رکھنے کے لیے اور آپسی اختلافات و تنازعات کو حل کرنے کے لیے مختلف قبیلوں کو الگ الگ ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔

ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے قبیلے بنی عدی کے پاس سفارت کا عہدہ تھا۔ دیگر قبائل اس قبیلے کو ثالثی کے لیے منتخب کرتے اس کے ساتھ ساتھ اگر کسی دوسرے قبیلے کو قریش کے ساتھ کوئی سیاسی معاملہ پیش آجاتا تو بنی عدی کے سردار ہی بحیثیت سفیر سارے معاملات کو حل کرتے تھے۔ خود سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی قبل از اسلام بحیثیت سفیر لوگوں کے مسائل کو حل فرماتے تھے۔

سیدہ حفصہ کے ماموں:

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ماموں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہیں جو آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کے سگے بھائی ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیشانی کا بوسہ لیا اور رونے لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک آنسو سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے رخسار پر ٹپکنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس دنیا سے اس طرح چلے گئے کہ اس کی کسی چیز سے بھی تعلق نہیں رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اَلسَّلَفُ الصَّالِح کے خطاب سے نوازا، آپ پہلے صحابی ہیں جنہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ابتدائی تعلیم و تربیت:

آپ رضی اللہ عنہا نے جس گھر میں آنکھ کھولی، جرات و عزیمت، بہادری و شجاعت کا وہاں پر پہلے سے بسیرا تھا، اس لیے مزاج میں بے خوفی کا پیدا ہونا فطری تقاضا تھا۔ اس کے علاوہ یہ گھر مکہ کے ان گنے چنے گھروں میں شمار ہوتا ہے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس لیے آپ نے بھی بچپن میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ مزید اخلاقی تربیت آپ کے والد گرامی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔

قبولِ اسلام:

آپ رضی اللہ عنہا نے انہی دنوں میں اسلام قبول کیا جب آپ کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قبول فرمایا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک لگ بھگ دس سال تھی۔

نکاح اول اور ہجرت:

آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح قبیلہ بنو سہم کے چشم و چراغ حضرت خنیس

بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کا شمار ان جلیل القدر صحابہ کرام میں ہوتا ہے جو السابقون الاولون کے اعزاز سے معزز ہیں اور جنہوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی ہے۔ ہجرت حبشہ سے واپسی مکہ پہنچنے پر حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوگیا۔ جب مدینہ کی طرف ہجرت کا وقت آیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر سیدنا خنیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت خنیس غزوہ بدر میں:

مدینہ منورہ میں دین حق کی دعوت کو مضبوط اور کفار کے شرور و فتن سے محفوظ کرنے کے لیے باضابطہ پہلا معرکہ بدر کے میدان میں بپا ہوا۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہ کے شوہر بھی اس معرکہ میں ایمانی جوش و جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ اپنی شجاعت کے جوہر دکھلائے مردانہ وار لڑے یہاں تک کہ آپ کو کاری ضرب لگی، چنانچہ آپ کو واپس مدینہ لایا گیا، علاج معالجہ کے باوجود آپ جانبر نہ ہو سکے اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔

مدتِ عدت کی تکمیل اور فاروق اعظم کی فکر مندی:

حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً 21 سال تھی۔ اس کم عمری میں بیوگی کا صدمہ سہنا آسان نہیں تھا مزید یہ کہ آپ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مزاج اسلام کو بہت اچھی طرح جانتے تھے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی عدت کی مدت مکمل ہونے کے بعد ان کے نکاح کی فکر لاحق ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ جلد سے جلد سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا گھر دوبارہ سے آباد ہو جائے۔

مناسب رشتے کی تلاش:

جوان بیٹی کے دامن سے بیوگی کے داغ کو دھونے کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے نیک صالح سلیقہ مند شوہر کی تلاش شروع کی۔ دوسری طرف غزوہ بدر کے دنوں میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیدہ رقیہ بنت محمد رسول اللہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حیادار اور نیک صالح انسان تھے، اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں آپ سے بات کرنے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور اپنے آنے کا مدعا بیان کیا۔ اس پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سوچنے کے لیے کچھ دن کا وقت لے لیا۔

کچھ دنوں بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوبارہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے اس بارے دریافت کیا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے معذرت کرلی اور فرمایا کہ میرا فی الحال کوئی ارادہ نہیں ہے۔

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو بغور سن تو لیا لیکن کوئی جواب دیے بغیر خاموش ہو گئے۔

رنجیدگی کے عالم میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور ساری صورتحال بتلائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ایسی خوشخبری سنائی کہ آپ کو کسی بات کا ملال باقی نہ رہا۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”حفصہ کی شادی اس شخص کے ساتھ ہوگی جو ابو بکر اور عثمان سے افضل ہے اور عثمان کی شادی اس خاتون سے ہوگی جو حفصہ سے بہتر ہے۔“

حفصہ، ام المومنین بنتی ہیں:

ایسے ہی ہوا، کچھ عرصہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ

عنہا کے لیے اپنا پیام نکاح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے گھر بھجوایا۔ جسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بصد خوشی قبول فرمایا، چنانچہ 3 ہجری شعبان المعظم کے مہینے میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بعوض 400 درہم حق مہر کے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کردیا۔ اس وقت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً 22سال تھی۔

سیدہ حفصہ کا مکان:

حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے صحابی ہیں، ان کے مسجد نبوی کے قریب کئی مکانات تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے نکاح فرماتے تو حضرت حارثہ اپنا ایک مکان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش فرمادیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو حضرت حارثہ نے ایک مکان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا۔ شادی کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کو جو مکان ملا وہ مسجد نبوی کے مشرقی جانب تھا۔

نبوی گھرانے کی تربیت:

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے والد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھرانے سے جو اعلیٰ اوصاف وراثتاً ملے ان میں جرات، حق گوئی، معاملہ فہمی، دور اندیشی، نکتہ آفرینی، زورِ خطابت اور فصاحت و بلاغت تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں چونکہ خواتین کی تعلیم و تربیت بھی ضروری ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی تعلیمی صلاحیتوں میں مزید نکھار لانے کے لیے خصوصی اہتمام فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پڑھی لکھی خاتون سیدہ شفا بنت عبد اللہ عدویہ رضی اللہ عنہا کو مقرر فرمایا کہ وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی تعلیمی حالت میں

مزید بہتری لائیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو مزید پڑھایا لکھایا اور زہریلے کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے کا دم بھی سکھلایا۔

خواتین کے حقوق:

زمانہ جاہلیت میں عرب کی معاشرتی اقدار اس قدر گر چکی تھیں کہ انسانیت اچھائی و بھلائی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی تھی۔ بالخصوص اُس دور میں مردوں اور خواتین کے درمیان جن امتیازی رویوں نے جنم لیا اس سے صنف نازک اپنی حیثیت کھو بیٹھی تھی۔ ایسے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات اور عملی رویوں کے ذریعے عرب کے امتیازی رویوں کو شکست دی۔ آپ کے گھرانے سے ازواج مطہرات کی عملی زندگیاں اس راستے میں مشعل راہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بنیادی حقوق کی خاطر بے شمار اصلاحات فرمائیں، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے حُسنِ سلوک کا ایک منفرد اور مثالی معیار قائم فرمایا، جو اس سے پہلے نہیں تھا۔ انہیں اپنی رائے کے اظہار کا پورا پورا حق دیا۔ ان کے نسوانی مزاج سے پیش آنے والے امور کو خندہ پیشانی سے سنبھالا۔ یہی وجہ تھی کہ امہات المومنین اپنے مطالبات پوری بے باکی اور بے تکلفی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا کرتی تھیں اور معاشرتی معاملات میں اپنی رائے کا اظہار بلا تکلف کر دیا کرتی تھیں۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بعض روایات میں ملتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حد ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی بات کو بے جھجک پیش کر دیا کرتی تھیں۔

امتیازی فضیلت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کی منقبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: اے حفصہ! ابھی ابھی

جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور مجھ سے کہا: بے شک وہ (سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا) بہت زیادہ روزے دار اور کثرت سے راتوں کو اللہ کے حضور قیام کرنے والی ہیں اور وہ جنت میں بھی آپ کی اہلیہ ہیں۔

جمع قرآن اور سیدہ حفصہ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما تشریف لائے، جو کہ آرمینیہ اورآذربائیجان کو فتح کرنے کے لیے اہل عراق کے ساتھ مل کر شامیوں سے جہاد کر رہے تھے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے قرآن کریم میں اختلاف کرنے کے رویے نے گھبراہٹ میں ڈال رکھا تھا۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ اے امیر المؤمنین !اس سے پہلے یہ امت بھی کتاب اللہ کے بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح آپس میں اختلافات کا شکار ہو جائے آپ اختلافات کا سد باب کریں۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمیں وہ مصحف (جو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لکھوایا اور سیدنا عمر کے پاس ساری زندگی محفوظ رہا اور سیدنا عمر کے بعد اب آپ کے پاس ہے) عنایت فرمائیں تاکہ ہم اس کے مطابق نسخے تیار کریں اس کے بعد آپ کو یہ مصحف واپس کر دیں گے۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ مصحف سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت سعید بن عاص اور حضرت عبد الرحمن بن حارث رضی اللہ عنہم کے حوالے کیا تاکہ اسی کے مطابق دیگر قرآن کریم کے نسخے تیار کیے جا سکیں۔ جب نسخے

تیار ہو چکے تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ مصحف ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالی کو واپس کر دیا۔

اب تا قیامت اُمّ المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا بار احسان ایسا ہے جس پر مسلمانوں کی گردنیں جھکیں ہوئی ہیں۔ روئے زمین پر جب بھی کوئی شخص قرآن کریم کی تلاوت کرے گا تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا احسان بھی یاد آئے گا۔

سیدہ حفصہ کی وصیت:

آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک جب 60 کے قریب ہوئی، آپ نے زندگی کے دروازے پر موت کی دستک کو محسوس کیا تو اپنے بھائی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلا بھیجا، وہ آئے تو فرمانے لگیں:

عبداللہ! تمہیں یاد ہو گا والد محترم نے وفات سے قبل چوتھائی حصہ مال کی میرے لئے وصیت کی تھی۔ آپ کو یاد ہے۔؟

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا۔ جی بالکل یاد ہے۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر یہ بھی آپ کے علم میں ہو گا کہ والد محترم نے فرمایا تھا کہ جب میں وفات پا جاؤں تو اس مال کو آل عمر میں تقسیم کر دیا جائے۔ یہ بھی آپ کو یاد ہے؟

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں یہ بھی یاد ہے۔

تب آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: غابہ میں جو مال اور جائیداد ہے اس کو فی سبیل اللہ صدقہ کر دینا۔

وفات:

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شعبان المعظم 45ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا

زمانہ تھا اور مروان بن حکم مدینے کا حاکم تھا۔ مروان ہی نے آپ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک ان کے جنازے کو بھی اٹھایا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قبر تک جنازہ کو کاندھا دیے چلتے رہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے دونوں بھائی حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہم اور ان کے تین بھتیجے حضرت سالم بن عبداللہ و حضرت عبداللہ بن عبداللہ اور حضرت حمزہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا۔ جنت البقیع میں دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پہلو میں آپ رضی اللہ عنہا کو دفن کیا گیا۔

رضی اللہ عنہا......رضی اللہ عنہا......رضی اللہ عنہا

اُمّ المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

اجمالی خاکہ

نام	زینب
لقب	ام المساکین
والد	خزیمہ بن حارث
والدہ	ہند بنت عوف
سن پیدائش	(بعثت نبوی سے 13 سال قبل)
قبیلہ	بنو ہلال
زوجیت رسول	3 ہجری
سن وفات	4 ہجری
مقام تدفین	جنت البقیع (مدینہ منورہ)
کل عمر	30 سال تقریباً

نام و نسب:

آپ کا نام زینب ہے، سلسلہ نسب اس طرح ہے زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبد اللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن خنیس بن عیلاں الہلالیہ۔

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں اکیسویں (21) پشت میں جا کر معد بن عدنان سے مل جاتا ہے۔

ولادت:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے تقریباً 13 سال پہلے ہوئی ہے۔

خاندانی پس منظر:

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک بڑا قبیلہ بنو عامر تھا اس کی ایک شاخ بنو ہلال تھی، یہ بنو ہلال یمن میں آکر آباد ہوئے۔ یمنی لوگ خوشحال تھے لیکن اللہ کے نافرمان بھی تھے۔ مذہبی اعتبار سے پکے مشرک تھے سورج اور چاند کے علاوہ بھی کئی خود ساختہ معبودوں کی پوجا کرتے تھے۔ شمالی یمن کے علاقہ تبالہ میں ذوالخامہ نامی ایک بڑا بت تھا۔ یہ لوگ اس بت کی پوجا بطور خاص کیا کرتے تھے۔ اس قوم پر کئی بار سیلاب آیا، انہوں نے سیلاب سے بچنے کے لیے مآرب کے نام پر ایک مضبوط ترین بند باندھا۔ یہ قوم سبا کا دارالحکومت تھا۔

یہ قوم شرک اور معاشرتی گناہوں کے نشے میں مست تھی، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا زور آور سیلاب بھیجا جس نے اس مضبوط بند کو توڑ دیا، کھیتاں اجاڑ ڈالیں، پھر اس میں سوائے جھاؤ اور بیری جیسی جھاڑیوں کے کچھ بھی نہیں اگتا تھا۔ (قوم سبا پر

عذاب کا تذکرہ قرآن کریم کی سورۃ السبا میں موجود ہے۔) سیلاب کے عذاب سے جب ان کے مکانات اور بستیاں کھنڈرات اور ویرانے کی صورت اختیار کر گئیں تو وہ لوگ وہاں سے نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوئے انہی لوگوں میں سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا قبیلہ بنو ہلال بھی شامل تھا جو یمن سے حجاز میں آکر آباد ہوا۔

بچپن:

آپ رضی اللہ عنہا کے والد خزیمہ کا شمار عرب کے روساء میں ہوتا ہے، اس لیے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا بچپن بڑے ناز و نعم میں گذرا۔ اس کے باوجود بعض انفرادی خصوصیات ایسی تھیں جو آپ کو اپنی ہم جولیوں سے ممتاز کرتی ہیں۔

ام المساکین کا لقب:

آپ رضی اللہ عنہا میں غریب پروری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، مساکین کو کھانا کھلانا اور ان کی دیگر معاشی ضروریات کو پورا کرنا آپ کے اخلاق عالیہ کا عکاس تھا اسی وجہ سے زمانہ جاہلیت سے ہی لوگ آپ کو "اُم المساکین" کہا کرتے تھے۔

غریب پروری اور مساکین کی دیکھ بھال کرنا ایسے عمدہ اوصاف ہیں کہ قرآن کریم نے بطور خاص ان کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن کریم کی سورۃ الدھر آیت 8 تا 10 میں ہے: **وَ يُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسۡكِيۡنًا وَّ يَتِيۡمًا وَّ اَسِيۡرًا ۔ اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِيۡدُ مِنۡكُمۡ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوۡرًا ۔ اِنَّا نَخَافُ مِنۡ رَّبِّنَا يَوۡمًا عَبُوۡسًا قَمۡطَرِيۡرًا ۔**

ترجمہ: اور اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔ ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا طویل ترین دن ہو گا۔

قبول اسلام:

چونکہ آپ کی ولادت بعثت نبوی سے 13 سال قبل ہوئی تھی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے کچھ عرصہ بعد جو لوگ مسلمان ہوئے انہیں میں سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔

پہلا نکاح:

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح طفیل بن الحارث سے ہوا۔ ان کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہا کچھ عرصہ ہی ازدواجی زندگی کی بہاریں دیکھ پائی تھیں کہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو کسی وجہ سے طلاق دے دی۔

دوسرا نکاح:

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو طفیل بن الحارث بن مطلب نے طلاق دی اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح طفیل کے بھائی حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

ہجرت مدینہ:

مشرکین مکہ نے جب اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھا تو ظلم و تشدد پر اتر آئے۔ سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ پر بھی طرح طرح کے مصائب و مشکلات آئیں۔ اسی دوران ہجرت کا حکم نازل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور ہجرت کے بارے میں حکم خدا سنایا۔ شام ڈھلے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ گھر کو لوٹے، آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو سارا ماجرا بتایا۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی نے ہجرت کی تیاریاں شروع کر دیں۔

بالآخر ایک دن سیدہ زینب بنت خزیمہ کے گھرانے کے چار فرد سیدہ زینب، آپ کے شوہر حضرت عبیدہ بن حارث اور ان کے دونوں بھائی حضرت طفیل اور حصین بن حارث رضی اللہ عنہم یہ سب حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس قافلے کا استقبال حضرت عبدالرحمن بن سلمہ عجلانی رضی اللہ عنہ نے کیا۔

کچھ دنوں بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ منورہ تشریف لے گئے یہاں آپ نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو حضرت عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ کا بھائی قرار دیا۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کے لیے ایک مکان اور کافی ساری زمین وقف کر دی۔ مہاجرین و انصار آپ رضی اللہ عنہ کو "شیخ المہاجرین" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ طیبہ میں بھی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حسبِ معمول غرباء اور مساکین پر خرچ کرتی رہیں۔

غزوہ بدر میں:

اسی دوران غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ مدینہ منورہ سے میدانِ بدر کا فاصلہ تقریباً اٹھانوے (98) میل کا تھا۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثار اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ جمعہ کی رات 17 رمضان المبارک 2ھ کو بدر کے قریب اترے۔ یہ اسلامی تاریخ کا حق و باطل کے درمیان پہلا باضابطہ معرکہ تھا۔ دونوں لشکروں میں صف آرائی ہونے کے بعد دشمنانِ اسلام کی طرف سے کفارِ مکہ کے سردار عتبہ، شیبہ اور ولید میدانِ جنگ میں اترے اور انفرادی لڑائی کے لیے آواز لگائی۔ جس کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تین جاں نثار اصحاب " علی، حمزہ اور

عبیدہ“(رضی اللہ عنہم) کو بھیجا۔ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما دونوں نے جلد ہی اپنے مد مقابل کو قتل کر کے ڈھیر کر دیا۔

جبکہ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور ولید میں کافی دیر تک لڑائی جاری رہی اور دونوں ہی زخمی ہو گئے۔ حضرت علی اور حمزہ رضی اللہ عنہم نے آگے بڑھ کر ولید کو بھی قتل کیا۔ اس معرکے میں حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا ایک پاؤں زخمی ہو گیا تھا یہ زخم بڑا کاری تھا۔ جنگ کے خاتمے کے بعد جب لشکر مدینے کی طرف واپس ہونے لگا تو مقام صفراء پر آپ رضی اللہ عنہ نے داعیِ اجل کو لبیک کہ گئے اور انہیں مقام صفراء پر ہی دفن کر دیا گیا۔

تیسرا نکاح:

بعض روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کا تیسرا نکاح حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ جو ام المؤمنین سیدہ زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں، وہ بھی جنگِ اُحد میں وہ شہید ہو گئے۔

زینب؛ ام المومنین بنتی ہیں:

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ غزوہ احد شوال 3 ہجری میں شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کے کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں ناتمام بچہ پیدا ہوا جس سے ان کی عدت ختم ہو گئی اور ذوالحج 3 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ بعض مورخین نے یہاں پر 400 درہم حق مہر کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

معیت رسول کا مختصر زمانہ:

آپ رضی اللہ عنہا کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ وقت

گزارنے کو نہیں ملا۔ بلکہ نکاح کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ وفات پا گئیں۔ اس بارے مورخین نے 2 ماہ، 3 ماہ، 5ماہ، 6ماہ، 8 ماہ اور بعض نے اس سے کچھ زیادہ زمانہ معیت رسول کا لکھا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا زیادہ زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گزار پائی تھیں۔

وفات:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے 4 ہجری ماہ ربیع الثانی میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا جنازہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا اور آپ کو مدینہ منورہ جنت البقیع نامی قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

امہات المومنین میں سے صرف سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا یہ اعزاز ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا جنازہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا۔

نوٹ: اگرچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوئی لیکن اس وقت تک جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا

اُمّ المُومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

اجمالی خاکہ

نام	ہند
کنیت	ام سلمہ
والد	ابو امیہ سہیل بن مغیرہ
والدہ	عاتکہ بنت عامر
سن پیدائش	بعثت نبوی سے 9سال قبل
قبیلہ	بنو مخزوم
زوجیت رسول	4ہجری
سن وفات	59ہجری
مقام تدفین	جنت البقیع (مدینہ منورہ)
کل عمر	81سال تقریباً

نام و نسب:

نام ہند تھا۔ والد کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یہ ہے: ہند بنت ابی امیہ سہیل بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔ جبکہ والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب اس طرح ہے: ہند بنت عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذیمہ بن علقمہ بن جذل بن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

کنیت:

آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت ”اُم سلمہ“ تھی۔

ولادت:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے تقریباً 9 سال قبل ہوئی۔

خاندانی پس منظر:

آپ رضی اللہ عنہا کے والد ابو امیہ کا تعلق قریش کے خاندان مخزوم سے تھا۔ ابو امیہ نہایت سخی انسان تھے، عموماً جب کسی سفر میں جاتے تو سفر میں شریک تمام دوستوں کے سفر کے اخراجات خود برداشت کرتے۔ اس وجہ سے ان کا لقب ”زاد الراکب“ پڑ گیا تھا۔ یعنی مسافروں کے سفری اخراجات و ضروریات کو پورا کرنے والا۔ سخی اور عزت دار گھرانے میں پرورش پانے کی وجہ سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں بھی عزت و حیا اور سخاوت غالب تھی۔

پہلا نکاح:

آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد عبد اللہ بن عبد الاسد سے ہوا۔ عبد اللہ بن عبد الاسد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی تھے۔

اولاد:

آپ رضی اللہ عنہا کے عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ سے چار بچے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں: سلمہ، عمر، درہ اور برہ۔

سلمہ: حبشہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی اُمامَہ سے کیا تھا۔ لیکن دونوں بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

عمر: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بحرین اور فارس کے حاکم رہے۔

دُرّہ: دُرّہ کے بارے میں ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہم سے کسی نے یہ بات کہی ہے کہ آپ درہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں (کیا یہ بات درست ہے یا غلط؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے اگر میں نے اس کی پرورش نہ بھی کی ہوتی تب بھی وہ میرے لیے کسی طرح جائز نہیں۔ کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

برہ/زینب: ان کی پیدائش حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہوئی، آپ نے ان کا نام تبدیل کر کے زینب رکھا تھا، اپنے زمانے کی فقیہہ تھیں۔

قبول اسلام:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر عبداللہ بن عبدالاسد (ابو سلمہ رضی اللہ عنہ) کا شمار اُن اولوالعزم لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اعلان نبوت کے کچھ ہی عرصہ بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام پر ابھی صرف دس لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل محنت فرما رہے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ بنی اَرقم میں چند صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف فرما تھے اسی دوران حضرت ابو سلمہ اپنی بیوی ام سلمہ کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آنے پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اسلام قبول

کرنے کی دعوت دی، اور دونوں کو قرآن کریم کی چند آیات پڑھ کر سنائیں۔

قرآن مجید سننے کے بعد حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”بھائی ہونے کے ناتے میرا بھی یہ حق بنتا ہے کہ میں بھی اس روشنی سے اپنی روح کو منور کروں جس سے دوسرے فیض حاصل کر رہے ہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ سنے تو بہت خوش ہوئے، حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ عرض کی: ” ہم دونوں میاں بیوی کو مسلمان کر کے اپنی غلامی میں داخل کر لیجیے۔“ چنانچہ کلمہ شہادت پڑھ کر مشرف باسلام ہوئے۔

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت:

اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب المرجب کے مہینے میں حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا۔ چنانچہ 11 مردوں اور 4 خواتین پر مشتمل چھوٹا سا قافلہ مکہ مکرمہ کو الوداع کہتے ہوئے حبشہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس قافلے میں سیدہ ام سلمہ اور آپ کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ اسی دوران حضرت ابو سلمہ کے گھر ایک بچہ سلمہ پیدا ہوا۔ والدین کو اپنے بچے سے بے حد محبت تھی۔ چنانچہ اسی کی وجہ سے دونوں میاں بیوی نے اپنی کنیت ”ام سلمہ“ اور ”ابو سلمہ“ رکھی۔

حبشہ سے مکہ مکرمہ کی طرف واپسی:

جو مہاجرین حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے، اگرچہ وہ حبشہ میں احکام اسلام پر عمل کرنے میں مکمل آزاد تھے لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت اور اپنے وطن کی یاد انہیں ستاتی تھی۔ ایک روز انہیں کہیں سے یہ خبر ملی کہ کفار و مشرکین نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی ہے اور وہ سب مسلمان ہو گئے ہیں۔ اس خبر کو سننے کے بعد سب لوگ واپسی کی تیاری کرنے لگے کہ بنو کنانہ کا ایک شخص وہاں پہنچا اور اس نے بتایا کہ تم لوگوں تک جو خبر پہنچی ہے وہ جھوٹ ہے مکہ

کے کفار و مشرکین اب بھی اسلام دشمنی پر ویسے ہی قائم ہیں۔

خبر سنانے والا بنو کنانہ کا وہ شخص تو چلا گیا لیکن مہاجرین سوچ میں پڑ گئے کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ چنانچہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونا چاہیے۔ مہاجرین نے مکہ مکرمہ کی طرف واپسی کی راہ لی اور ہر شخص کسی نہ کسی قریشی سردار کی پناہ لے کر اپنے آبائی وطن میں داخل ہوا۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ماموں خواجہ ابو طالب نے پناہ دی۔ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

قبیلہ بنو مخزوم کا ابو طالب سے مکالمہ:

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قبیلۂ بنو مخزوم کو جب یہ معلوم ہوا کہ ابو طالب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو انہیں بہت غصہ آیا۔ چنانچہ بنو مخزوم کے کچھ لوگ جمع ہو کر ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے: ”ابو طالب! ہمارے آدمیوں سے آپ کا کیا واسطہ؟“

”کون سے آدمی؟“ ابو طالب نے حیرت سے پوچھا۔

بنو مخزوم کے لوگ کہنے لگے کہ ”ابو سلمہ اور اس کی بیوی ام سلمہ۔“

ابو طالب نے کہا: ”ابو سلمہ میرا بھانجا ہے، جب میں اپنے بھتیجے محمد کو پناہ دے سکتا ہوں تو اسے کیوں نہیں دے سکتا؟“ گفتگو بڑھتی گئی اور بنو مخزوم اپنا دباؤ بڑھا رہے تھے، ابو لہب درمیان میں بول پڑا ”: اے بنی مخزوم! تم نے ابو طالب کے ساتھ بہت کچھ بحث و تکرار کر لی اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس پر برابر دباؤ ڈال رہے ہو۔ اگر تم نے ان کو تنگ کرنا بند نہ کیا تو مَیں بھی ان کی حمایت میں کھڑا ہو جاؤں گا۔“

بنو مخزوم کے لوگوں نے جب ابو لہب کی باتیں سنیں تو گھبرا گئے اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے: ” اے ابو عتبہ! ہم تم کو ناراض نہیں کرنا چاہتے۔“

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت:

کفار و مشرکین مکہ اپنی زیادتیوں سے باز نہ آئے اور اہل اسلام کو مسلسل ظلم و ستم کا نشانہ بناتے رہے۔ چنانچہ بعثت کے چھٹے سال کی شروعات میں دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا۔ پہلے کی بنسبت اس بار حبشہ کی طرف جانا خاصا مشکل کام تھا۔ کیونکہ کفار و مشرکین مکہ نے مکہ سے باہر جانے والے تمام راستوں پر سخت پہرے بٹھا دیے تاکہ کوئی مکہ سے باہر نہ نکلنے پائے۔ ان تمام تر سختیوں کے باوجود 83 مرد 20 خواتین کے ہمراہ مکہ سے حبشہ ہجرت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس دوسری ہجرت میں بھی حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا شامل تھیں۔

کفار مکہ کے شاہ نجاشی کو تحائف:

کفار مکہ نے بادشاہ حبشہ نجاشی کی طرف عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ربیعہ کو تحائف دے کر روانہ کیا تاکہ وہ مہاجرین کی واپسی پر نجاشی کو کسی طور آمادہ کریں۔

شاہ نجاشی کا انکار:

کفارِ قریش کا یہ وفد شاہِ حبشہ کے دربار میں پہنچا اور مسلمانوں کے خلاف ایسی باتیں کیں جو مسلمانوں میں پائی نہیں جاتی تھیں یہ باتیں سن کر بادشاہ نے سخت غصے میں کہا: ” جن لوگوں نے اپنا ملک چھوڑ کر میرے ملک اور مجھ پر بھروسہ کیا ہے۔ میں ان کے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا۔ تم لوگ کل آنا اس معاملے میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔“

شاہ نجاشی سے کفار کے وفد کی گفتگو:

دوسرے دن بادشاہِ نجاشی نے تمام مسلمانوں کو دربار میں بلایا۔ وہاں کفارِ

قریش کے سفیر عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ربیعہ بھی موجود تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بادشاہ نے مسلمانوں سے کہا:

”یہ تم نے کیا کر دیا کہ اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا اور میرے دین کو بھی قبول نہ کیا اور نہ ہی دنیا کے کسی دین کو اختیار کیا۔ آخر تمہارا دین کیا ہے؟“

بادشاہِ حبشہ نجاشی کی یہ بات سن کر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فوراً جواب دیا: ”اے بادشاہ! ہم ہر طرح کی برائیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول بھیجا جس کے نسب، سچائی، امانت داری اور پاک دامنی کے ہم گواہ تھے، اس نے ہمیں ایک معبود اللہ کی طرف بلایا اور ہم نے اس کی بات مان لی کہ جس کی پوری زندگی پاک دامنی کا نمونہ ہو اور جس نے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو اس نے ہمیں برائیوں، غلط کاموں اور بت پرستی سے روکا۔ نیکیوں کی نصیحت کی اور سیدھا راستا دکھایا تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔“

اِس پر شاہ نجاشی نے کہا: ”تمہارے نبی پر جو کلام اترا ہے اس میں سے ہمیں بھی کچھ سناؤ۔“

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی آیتیں پڑھ کر سنائیں جس سے بادشاہ بے حد متاثر ہوا۔“

دوسرے دن دربار نجاشی میں:

جب کفار کے وفد کو نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا تو انہوں نے پینترا بدلتے ہوئے ایک اور سازش سوچی۔ وہ یہ کہ بادشاہ عیسائی ہے اور پورا ملک حبشہ عیسائیت کا پیروکار ہے تو کیونکہ بات کو مذہبی رنگ میں پیش کیا جائے۔ عیسائی چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ قرار دیتے ہیں جبکہ عیسائی انہیں اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔

اس بارے بادشاہ کے دربار میں بات کی جائے تاکہ نجاشی کو حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کے بارے مسلمانوں کا عقیدہ پتا چلے گا تو وہ انہیں اس جرم کی پاداش میں قتل / سخت سزا یا پھر ملک بدر کر دے گا یہ سوچ کر عمرو بن العاص نے عبد اللہ بن ربیعہ سے مشورہ کیا۔

عبد اللہ بن ربیعہ نے اس بارے بطور مشورہ کے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ لیکن عمرو بن عاص نے جو ترکیب سوچی ہوئی تھی اس پر ڈٹ گیا اور دوسرے دن پھر دربار نجاشی میں جا پہنچا اب کی بار اس نے مقدمے میں ابنیت مسیح اور عبدیت مسیح کا کیس داخل کیا۔

اس نے شاہ نجاشی کو کہا: ”اے بادشاہ! ان مہاجرین سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں پوچھیں۔ یہ اُن کو اللہ کا بندہ قرار دیتے ہیں۔“

شاہ نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے اس بارے دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی طرف سے ایک کلمہ اور روح ہیں جسے اللہ نے کنواری مریم پر القا فرمایا تھا۔“

یہ جواب سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا: ”اللہ کی قسم! جو تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں۔“

کفار مکہ کا ناکام وفد واپس لوٹا:

فریقین کی ساری گفتگو سننے کے بعد شاہ نجاشی نے حکم دیا:

”مکہ کے سفیروں کے تحفے واپس کر دیئے جائیں، مجھے ان کی چنداں ضرورت نہیں۔“

چنانچہ کفار مکہ کا وفد ناکام و نامراد واپس مکہ آ گیا۔

ہجرت مدینہ کا حکم:

اسلام تیزی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف سفر کر رہا تھا، لوگ شامل ہوتے جا رہے تھے اور کارروان بڑھتا جا رہا تھا۔ کفار مکہ اپنے مظالم کے ذریعے اسے دبانا چاہتے

تھے لیکن اسلام مسلسل پھیل رہا تھا۔

ایک مرتبہ طفیل بن عمرو دوسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ مکہ مکرمہ سے کچھ فاصلے پر ہمارا قبیلہ آباد ہے اور وہاں ایک مضبوط قلعہ ہے آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرما دیا اور اس سلسلہ میں اللہ رب العزت کے حکم کا انتظار فرمانے لگے۔

اعلانِ نبوت کو تیرہ برس کا عرصہ بیت چکا تھا، اللہ کی طرف سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے اہل ایمان کو مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے مدینے کی طرف ہجرت شروع کی۔ سب سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔

مدینہ روانگی سے پہلے:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: ”جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو اونٹ پر کجاوہ کس کر مجھے اور سلمہ رضی اللہ عنہ کو اونٹ پر بٹھا دیا اور اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلتے رہے جب میرے میکے والوں کو ہمارے روانہ ہونے کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ”تم اپنے بارے میں خود مختار ہو سکتے ہو مگر ہم اپنی بیٹی کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جانے دیں گے۔“

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”یہ سُن کر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”ام سلمہ میری بیوی ہے، میں اسے لے کر جہاں جانا چاہوں جا سکتا ہوں۔“

اس پر قبیلے والوں نے کہا: ”یہ ہمارا فیصلہ ہے کہ ام سلمہ (رضی اللہ عنہا)

تمہارے ساتھ ہر گز ہر گز کسی صورت نہیں جاسکتی۔" یہ کہہ کر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے اونٹ کی نکیل چھین لی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو زبردستی اپنے ساتھ لے گئے۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے جاتے جاتے اپنی بیوی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: "ام سلمہ! اسلام پر سختی سے ڈٹے رہنا۔" اس کے علاوہ بھی چند نصیحتیں کیں۔

اپنے شوہر کی باتیں سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: " آپ مطمئن رہیے جان قربان کر دوں گی مگر اسلام کو مَیں کسی حال میں نہیں چھوڑوں گی۔"

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ مدینۂ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اسی دوران حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان والے بھی اس جگہ پہنچ گئے۔ جب انہیں پورا ماجرا معلوم ہوا تو وہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والوں سے کہنے لگے: " جب تم نے اپنی بیٹی ہمارے آدمی سے چھین لی تو اب ہم اپنے بچّے سلمہ کو کیوں اُس کے پاس رہنے دیں۔" انہوں نے آگے بڑھ کر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بچے کو بھی چھین لیا۔ بچّے کو زبردستی چھیننے میں اس کا ہاتھ اتر گیا اور وہ بہت زیادہ چیخنے چلانے لگا۔

سیدہ ام سلمہ کی استقامت:

مجبور شوہر کی تنہا ہجرت اور بچے کا چھن جانا ایک بیوی اور ماں ہونے کے ناتے آپ رضی اللہ عنہا کے دل پر کیا گزری۔؟ اس دکھ کا ان ظالموں کو کوئی احساس نہ تھا۔ ان سب کے باوجود آپ رضی اللہ عنہا نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔

ایک سال بعد:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: " ایک سال کا عرصہ گذر چکا تھا نہ شوہر کے پاس جا سکی تھی اور نہ بچّہ ہی مل سکا تھا۔ چنانچہ ایک دن یوں ہوا کہ میرے

ایک چچازاد بھائی نے میری حالت دیکھ کر خاندان والوں سے کہا کہ تم اس بے کس پر رحم کیوں نہیں کرتے؟ اسے کیوں نہیں چھوڑ دیتے اور اس کو بچّے اور شوہر سے دور کیوں رکھا ہوا ہے؟"

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "بنی مغیرہ نے اپنے اُس آدمی کی سفارش پر مجھے اپنے شوہر کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ جب اس بات کی خبر بچّہ کی ددھیال والوں کو ہوئی تو انہوں نے بچّہ بھی مجھے دے دیا۔"

مدینہ منورہ کی طرف سفر:

جب آپ رضی اللہ عنہا کو بچہ مل گیا اور مدینہ منورہ جانے کی پابندی بھی ہٹ گئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے تنِ تنہا مدینے کی طرف سفر کرنے کا ارادہ کیا اور ایک اونٹ تیار کر کے بچّے کو ساتھ لیا اور اکیلے سوار ہو کر مدینۂ منورہ کے لیے نکل پڑیں۔ تقریباً تین چار میل ہی چلی ہوں گی کہ عثمان بن طلحہ جو قبیلہ بنی عبدالدار کے معزز انسان تھے........ اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے...... انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو تنہا سفر کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: "اپنے شوہر کے پاس مدینۂ منورہ جا رہی ہوں۔"

عثمان بن طلحہ نے پوچھا: "کوئی (مرد) ساتھ بھی ہے؟"

سیدہ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: " اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بچّہ ہے۔"

یہ سُن کر عثمان بن طلحہ نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور آگے آگے چلنے لگے۔ خدا کی قسم! مَیں نے عثمان جیسا شریف آدمی نہیں دیکھا۔ جب منزل پر اترنا ہوتا تو وہ اونٹ بٹھا کر کسی درخت کی آڑ میں کھڑے ہو جاتے اور پھر اونٹ کو باندھ کر مجھ سے دور کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتے اور جب کوچ کرنے کا وقت ہوتا تو اونٹ پر

کجاوہ کس کر میرے پاس لا کر بٹھا دیتے اور خود وہاں سے ہٹ جاتے۔ جب مَیں سوار ہو جاتی تو اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل دیتے۔ اسی طرح وہ مجھے مدینۂ منورہ تک لے گئے جب ان کی نظر بنی عمرو بن عوف کی آبادی پر پڑی جو قباء میں تھی تو انہوں نے کہا کہ آپ کا شوہر یہیں پر ہے، آپ چلی جائیں۔ چنانچہ مجھے سلام کر کے رخصت ہو گئے۔

مدینہ کی بہاریں:

آپ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں خوش و خرم زندگی بسر کرتی رہیں۔ اللہ کریم نے آپ کو اولاد عطا فرمائی۔ ایک بچہ جس کا نام عمر اور دو بچیاں جن کے نام دُرَّہ اور بَرَّہ تھے۔ برہ کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر زینب رکھا۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ دونوں مثالی میاں بیوی تھے۔ ایک دن سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے عرض کی کہ میں نے سنا ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں جنتی ہوں اور عورت مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنت میں اسی مرد کو ملے گی۔ اسی طرح مرد اگر دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اسے ملے گی۔

اس لیے آؤ ہم عہد کریں کہ ہم میں سے جو پہلے اس دنیا سے چلا جائے بعد والا دوسرا نکاح نہ کرے۔ یہ سُن کر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا تم میرا کہا مان لو گی؟“ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”ماننے کے لیے ہی مشورہ کر رہی ہوں۔“

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ”تم میرے بعد نکاح کر لینا۔“

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے بے حد جری اور جنگی مہارتوں سے خوب واقف تھے، غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ نے شرکت کی اپنی دلیری کے جوہر دکھائے اور غازی بن کر لوٹے۔ اس کے بعد جنگ احد میں بھی شریک ہوئے۔ بے جگری سے لڑے، دوران لڑائی آپ رضی اللہ عنہ کے بازو میں دشمن کا ایک تیر ایسا لگا کہ جس سے آپ بہت زیادہ زخمی ہو گئے۔ تقریباً ایک ماہ تک آپ کا علاج چلتا رہا۔ جس کی وجہ سے آپ کا زخم کچھ حد تک بھر گیا۔ کچھ عرصہ بعد سریۂ قطن کا واقعہ پیش آیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دستہ کا امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ جنگ سے واپسی پر آپ کا جنگ احد والا زخم پھر سے ہرا ہو گیا اور اسی کے اثر سے جمادی الاخریٰ 4ھ میں آپ نے وفات پائی۔

ابو سلمہ کا جنازہ:

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی اسلام کی حفاظت اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداری اور جاں نثاری میں بسر کی اور ایک مثالی کردار ادا کیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دعا:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا دعا مانگا کرتی تھیں کہ یا اللہ! مجھے ان سے بہتر شوہر عطا فرما لیکن پھر سوچتیں کہ بھلا ابو سلمہ سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے؟ کیونکہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک تھے ان کے ساتھ گزرے لمحات بھلائے نہیں جا سکتے تھے۔

صدیق اکبر کا پیغام نکاح:

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت آپ رضی اللہ عنہا چونکہ حمل سے تھیں۔ بعد از وفات آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام برہ رکھا (بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام زینب رکھا)۔ اس کی ولادت پر عدت بھی ختم ہو گئی۔ عدت گذر جانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام نکاح بھیجا تو انہوں نے معذرت کر لی۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی آپ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا لیکن آپ رضی اللہ عنہا نے عذر پیش کیا۔

ام سلمہ؛ ام المومنین بنتی ہیں:

کچھ دنوں بعد آپ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح لائے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے عذر کیا کہ میرے بچے زیادہ ہیں، میری عمر بھی کافی ہے، کوئی میرا وارث بھی نہیں اور میرے مزاج یہ ہے کہ میں چھوٹی چھوٹی باتیں بہت زیادہ محسوس کرتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک عمر کی بات ہے تو میری عمر آپ سے زیادہ ہے۔ دوسری بات بچوں کا اللہ نگہبان ہے ان کی تربیت و پرورش میں آپ کو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی، میں بھی ان کا خیال رکھوں گا۔ باقی رہی مزاج والی بات تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ آپ کا مزاج بدل جائے۔ آپ کا کوئی ولی میرے ساتھ اس رشتے کو ناپسند بھی نہیں کرے گا۔ اس کے بعد سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ پیغام قبول کر لیا۔ چنانچہ شوال 4ھ کی آخری تاریخوں میں آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر میں چمڑے کا بنا ہوا خاص تکیہ دو مشکیزے اور دو چکیاں عطا فرمائیں۔

خدمتِ رسول ﷺ کا جذبہ:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حد خدمت کیا کرتیں اور اپنے غلام سَفِینَہ رضی اللہ عنہ کو اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا رہے گا۔ سفینہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: آپ شرط نہ لگاتیں تو بھی میں مرتے دم تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑتا۔

علم وفضل:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا عقل مند اور پڑھی لکھی خاتون تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے آپ کی علمی صلاحیتوں کو زیادہ نکھارا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف موضوعات کے مسائل پوچھا کرتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جوابات عنایت فرماتے۔ اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کو تفسیر، حدیث، علم فقہ، علم الانساب اور علم معاشرت میں پختگی حاصل تھی۔ شعر و ادب سے لگاؤ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا شمار فقیہہ صحابیات میں ہوتا ہے۔

درسگاہ نبوت کی طالبہ:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ”دنیا کی عورتیں بہتر ہیں یا حوریں؟“

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ” دنیا کی عورتیں۔“ میں نے عرض کی: ”یارسول اللہ! وہ کس وجہ سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اس لیے کہ اِن عورتوں نے نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں اور عبادات کی ہیں۔“

جبرائیل امین کی زیارت:

جبرئیل امین علیہ السلام جب کبھی کسی انسانی شکل میں رونما ہوتے تو حضرت

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لاتے۔ ایک بار جبرائیل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا پاس تھیں۔ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد جب وہ رخصت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: جانتی ہو یہ کون تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: دحیہ۔ آپ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: مجھے بالکل ایسا ہی لگا تھا، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ جبرائیل امین تھے تب مجھے اس کا علم ہوا۔

خانگی معاملات میں امت کی رہنمائی:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ”یارسول اللہ! میں اپنے سر کی مینڈھیاں سختی سے باندھتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے لیے ان کو کھول لیا کروں؟“ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں! بس تم اپنے سر پر تین بار چلو بھر کر پانی ڈال لیا کرو (جس سے بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں) اس کے بعد (سارے بدن پر) پانی بہالیا کرو۔ ایسا کرنے سے پاک ہو جاؤ گی۔“

نابینا شخص سے پردہ:

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی تھیں۔ اسی دوران ایک نابینا صحابی سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے، وہ چونکہ نابینا تھے اس لیے یہ سمجھ کر کہ ان سے کیا پردہ کرنا ہے۔؟ دونوں وہیں بیٹھی رہیں اور پردہ نہ کیا۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ان سے پردہ کرو۔“ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ”یارسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو نہیں دیکھ سکتے! پھر پردہ کی کیا ضرورت؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟“

اولاد پر خرچ کرنا:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ سوال کیا: ”یارسول اللہ! کیا مجھے (اپنے شوہر) ابو سلمہ کی اولاد پر خرچ کرنے سے اجر ملے گا حالانکہ وہ میری ہی اولاد ہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اُن پر خرچ کرو تم کو اس خرچ پر اجر ملے گا۔“

عورت اور مرد میں فرق؟:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: ”یارسول اللہ! مرد جہاد کرتے ہیں اور عورتیں جہاد میں نہیں جاسکتیں اور عورتوں کو مرد کے مقابلے میں آدھی میراث ملتی ہے۔ (اس کا سبب کیا ہے؟)“ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النساء کی آیت نمبر 32 تلاوت فرمائی: وَلَا تَتَمَنَّوا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک دوسرے پر فضیلت دی۔

فاطمہ مخزومیہ کا واقعہ:

ایک مرتبہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ بنو مخزوم کی ایک لڑکی فاطمہ نے چوری کر لی۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا بھی بنو مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں اس لیے آپ سے سفارش کی درخواست کی گئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر محمد کی بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹا جاتا۔

صحابہ کرام کا مسائل دریافت کرنا:

علم و عمل اور اخلاص میں باکمال ہونے کی باوصف بہت سے جلیل القدر

صحابہ اور تابعین کی بہت بڑی جماعت نے آپ سے علم حاصل کیا۔ جب کبھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی مسئلے میں مختلف آراء پیش فرماتے تو اس کے بارے حتمی فیصلہ کرانے کے لیے آپ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے اور مسئلہ کا حل دریافت فرماتے۔

عدت کا مسئلہ:

حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن کے درمیان اس عورت کی عدت کے بارے میں بحث ہوئی جس نے خاوند کی وفات کے چند روز بعد بچے کو جنم دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ زیادہ مدت کو عدت سمجھا جائے گا، جبکہ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بچے کی پیدائش کے بعد عدت پوری ہو گئی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی تائید کی۔ تینوں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فیصلہ کرنے کو کہا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سبیعہ اسلمیہ کا یہی معاملہ تھا۔ تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ پیدا ہونے کے فوراً بعد ان کو نکاح کی اجازت دے دی تھی۔

صلح حدیبیہ میں دانش مندانہ کردار:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کریم نے بہت سے صلاحیتوں سے خوب خوب نوازا تھا، دانش مندی اور معاملہ فہمی میں بہت آگے تھیں۔

6ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے مدینۂ منورہ سے مکۂ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مشرکین مکہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے سخت مزاحمت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ کے مقام پر رکنا پڑا۔ حالات اتنے کشیدہ تھے کہ صحابہ کرام نے بھی جنگ کا ارادہ کر لیا۔ لیکن آپ صلی اللہ

علیہ وسلم حتی الامکان جنگ سے بچ کر صلح کی کوشش فرمارہے تھے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت و حکمت کے پیش نظر بڑی رعایت کے ساتھ کفارِ مکہ سے صلح فرمائی تھی۔ اس صلح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شرائط قبول فرمالیں جو بظاہر مشرکین کے حق میں فائدہ مند جبکہ مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ لگ رہی تھی۔ شرائط صلح میں سے ایک یہ بھی شرط تھی کہ اس سال مسلمان عمرہ نہیں کریں گے آئندہ سال عمرہ کے لیے آسکتے ہیں۔

صلح نامہ سے فارغ ہو کر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: اپنے احرام کھول دو، قربانی کے جانور ذبح کر لو اور اپنے سر منڈوا لو۔ صحابہ کی خواہش یہ تھی کہ ہم عمرہ کر کے واپس جائیں۔ اس لیے ذرا تامل کا شکار ہوئے اور اس آس میں تھے کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرہ کی ادائیگی کا حکم مل جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد خیمے میں تشریف لائے اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس معاملے سے آگاہ فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ”یارسول اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ سب احرام کھول دیں؟ تو پھر ایسا کریں کہ آپ باہر نکل کر کسی سے کوئی بات نہ کریں اور اپنے جانور ذبح فرمادیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے بال مونڈا لیں۔“ چنانچہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور باہر نکل کر اپنا جانور ذبح کر دیا اور بال منڈا لیے۔ اس کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرام کی وہ آس بھی ختم ہو گئی کہ شاید عمرہ کی ادائیگی کا حکم مل ہی جائے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی احرام کھول دیے اور اپنے جانور ذبح کر ڈالے اور آپس میں ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔

موئے مبارک سے محبت:

آپ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال (موئے مبارک) تھے جو آپ نے سنبھال رکھے تھے۔ عثمان بن عبد اللہ بن موہب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے وہ بال دکھائے۔ مہندی اور کتم (سیاہ رنگ دینے والا پودا) لگنے کی وجہ سے ان کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔

خوشبوئے نبوت:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن میں نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر رکھا۔ کئی جمعے گزر گئے، میں کھاتی پیتی اور وضو کے لیے ہاتھ دھوتی ہوں، لیکن مشک کی خوشبو میرے ہاتھ سے نہیں گئی۔

وفات:

آپ رضی اللہ عنہا نے امہات المومنین میں سے سب سے آخر میں وفات پائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے (پہلے شوہر سے) دونوں بیٹے عمر اور سلمہ، عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی امیہ اور عبد اللہ بن وہب بن زمعہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو قبر (جنت البقیع کے قبرستان) میں اتارا۔ سن وفات بعض نے 53ھ بعض نے 59ھ بعض نے 62ھ لکھا ہے جبکہ بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات 63ھ میں ہوئی۔

رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا

اُمّ المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

اجمالی خاکہ

نام	زینب
کنیت	ام الحکم
والد	جحش بن رباب
والدہ	اُمیمہ بنت عبد المطلب
سن پیدائش	(بعثت نبوی سے 20 سال قبل)
قبیلہ	بنو اسد
زوجیت رسول	5 ہجری
سن وفات	20 ہجری
مقام تدفین	جنت البقیع (مدینہ منورہ)
کل عمر	53 سال تقریباً

نام و نسب:

آپ کا پیدائشی نام بَرَّہ تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر زینب رکھ دیا، والد کی طرف سے سلسلہ نسب اس طرح ہے: زینب بنت جحش بن رباب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ بن کثیر بن غنم بن دودان بن سعد بن خزیمہ۔ جبکہ والدہ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے: زینب بنت امیمہ بن عبد المطلب بن ہاشم۔

ولادت:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے تقریباً 20 سال قبل ہوئی۔

خاندانی پس منظر:

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی والدہ اُمَیمَہ خواجہ عبد المطلب کی دوسری بیوی فاطمہ بنت عمرو کی بیٹی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبد اللہ، حضرت علی کے والد ابو طالب، زبیر بن عبد المطلب اور ان کے علاوہ عاتکہ، برہ، بیضاء اور اَروٰی یہ سب فاطمہ بنت عمرو سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی دو بیوہ بھابھیاں سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما (زوجہ عبید اللہ بن جحش) اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا (زوجہ عبد اللہ بن جحش) ازواج مطہرات میں شامل تھیں۔

قبولِ اسلام:

آپ رضی اللہ عنہا ابتدائی طور پر اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہیں۔

پیغام نکاح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا دوسرا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کرنا چاہا اور ان کے گھر پیغام بھیجا دیا۔ پیغام ملنے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی عبدالرحمن بن جحش نے اس کو خاندانی فوقیت کے پیش نظر اور اُس وقت کے حالات کے تناظر میں اسے ناپسند سا خیال فرمایا کہ قریش کی ایک آزاد معزز خاتون کا نکاح ایک آزاد کردہ غلام سے ہو۔ چونکہ اُس وقت کی معاشرتی روش یہی تھی کہ دو ایسے خاندان جن میں مالی و خاندانی برتری و کمتری پائی جاتی ہو نکاح کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔

بزرگی کا معیار تقویٰ ہے:

اسلام نے دنیا میں مساوات کی جو تعلیم رائج کی ہے اور خاندانی برتری و کمتری کی تفریق کو جس طریقے سے ختم کیا ہے اس کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ اس کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ قریش اور خصوصاً خاندان بنی ہاشم کو کعبہ کا متولی ہونے کی وجہ سے عرب میں جو مقام حاصل تھا اس کے لحاظ سے شاہان یمن بھی ان کے ہمسری کا دعوی نہیں کر سکتے تھے لیکن اسلام نے بزرگی کا معیار محض تقوی کو قرار دیا اور فخر و مباہات کو جاہلیت کا علامت ٹھہرایا ہے۔

اس اسلامی کسوٹی پر دیکھا جائے تو اگرچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بظاہر غلام تھے لیکن چونکہ وہ تقویٰ و للّٰہیت کے اعتبار سے ایک صالح مسلمان تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے پیغام نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجا۔

تاہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور آپ کے گھر والے معاشرتی طور پر اسے پسند نہیں فرما رہے تھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ وَمَا

كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا۔

(سورۃ احزاب آیت نمبر 36)

ترجمہ: اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حتمی فیصلہ فرما دیں تو نہ کسی مومن مرد کے لیے اور نہ ہی کسی مومنہ عورت کے لیے یہ گنجائش ہے کہ وہ اپنے اختیارات کو باقی رکھیں۔ اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

نکاح کا انعقاد:

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی کو اس آیت کے نازل ہونے کی خبر لگی تو دونوں اس پر راضی ہو گئے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہو جائے۔ چنانچہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے حضرت زینب کا نکاح فرما دیا اور 10 دینار اور 60 درہم حق مہر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کی طرف سے خود ادا فرمایا۔ چونکہ اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک فرد کی حیثیت سے رہتے تھے۔ شادی کے بعد ان کی الگ رہائش کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیحدہ مکان کا انتظام فرمایا، کھانے پینے اور پہننے کی بنیادی ضروریات زندگی کا بندوبست بھی فرمایا۔

نوٹ: فائدے کے طور پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف ذکر کیا جاتا ہے تاکہ سارے واقعے کی صورتحال کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

زید بن حارثہ کا مختصر تعارف:

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حارثہ اور والدہ کا نام سُعدیٰ

تھا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت 8 برس تھی آپ اپنی والدہ کے ہمراہ ننھیال جارہے تھے راستے میں قبیلہ قین کے چند لٹیروں نے آپ رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ سے چھین لیا اور مکہ کے بازار عکاظ میں بیچ دیا۔ ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ کو 400 درہم میں خرید لیا اور اپنی پھوپھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو انہوں نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو تحفے کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو آزاد فرما کر اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا اور وہ زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے پکارے جانے لگے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و شفقت نے اپنا دیوانہ بنالیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد حارثہ اور چچا کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ مکہ مکرمہ ان کو لینے کے لیے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو اختیار دیا کہ اگر وہ جانا چاہیں تو چلے جائیں لیکن اگر وہ نہ جانا چاہیں تو میں مجبور بھی نہیں کر سکتا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا اس بات سے بہت خوش ہوئے لیکن ان کی یہ خوشی تھوڑی ہی دیر میں تعجب میں تبدیل ہوگئی جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے والد اور چچا کو ساتھ چلنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ (یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ اس وقت حضرت زید کی عمر 15 برس تھی اور ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت نہیں فرمایا تھا) چنانچہ والد اور چچا واپس چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو غلامی سے آزاد فرما دیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بچپن سے بلوغ میں قدم رکھا تو نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی باندی "برکہ" سے کر دیا۔ جن کی کنیت اُمِ ایمن تھی۔

اُمِ اَیمَنؓ کا مختصر تعارف:

آپ کا نام "برکہ" اور کنیت "ام ایمن" ہے۔ سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے: برکہ بنت ثعلبہ بن عروہ بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان۔ آپ رضی اللہ عنہا حبشہ کی رہنے والی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم جناب عبد اللہ کی کنیز تھیں۔ حضرت عبد اللہ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ سے منسلک ہو گئیں۔ جب حضرت آمنہ کی بھی وفات ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کی لگیں۔ چونکہ ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور والدہ کی کنیز تھیں۔ مزید یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ان کے سامنے ہوئی تھی، اس لئے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی تربیت اور پرورش کا شرف بھی حاصل تھا۔

سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ابتداءً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کو قبول فرمایا۔ قبول اسلام کے بعد انتہائی مشکلات اور مصائب سے دو چار بھی ہوئیں آپ رضی اللہ عنہا نے حبشہ کی طرف ہجرت بھی فرمائی۔ حبشہ سے واپس آئیں اور جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا تو سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی کی۔

سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نہایت دلیر اور شجاعت کی پیکر تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے غزوہ احد میں بھی شرکت کی اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ مشکیزہ کندھوں پر اٹھا کر زخمیوں کو پانی پلاتیں، مرہم پٹی کرتیں۔ غزوہ احد میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مسلمانوں پر جب آثار ہزیمت نمودار ہونا شروع ہوئے اور میدان جنگ سے ان کے پاؤں اکھڑنے لگے تو ام ایمن رضی اللہ عنہا نے مسلمانوں کو اسلامی غیرت

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی حفاظت کا واسطہ دے کر کہا کہ موت سے بھاگ کر کدھر جا رہے ہو؟ کیا موت میدان جنگ سے باہر نہیں آئے گی؟ میدان جنگ سے باہر کی موت ذلت اور بزدلی کی موت اور میدان جنگ کی موت شہادت اور عزت کی موت ہو گی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان کارزار میں مخالفین کا مقابلہ کر رہے ہیں اور تم انہیں چھوڑ کر بھاگے جا رہے ہو، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس پلٹے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غزوہ خیبر میں بھی شرکت کی تھی اور مخالفین اسلام کا پورے زور اور ہمت سے مقابلہ کیا تھا۔

سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت عزت فرماتے ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری والدہ کے بعد امِ ایمن میری والدہ ہیں ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ام ایمن میرے خاندان کا بقیہ ہیں۔

سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبید بن زید رضی اللہ عنہ سے ہوا جو حارث بن خزرج کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ عبید بن زید رضی اللہ عنہ نعمت اسلام سے مالا مال ہوئے اور جنگ حنین میں شہادت پائی۔ ان کی شہادت کے بعد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے حضرت زید رضی اللہ عنہا کے بیٹے اسامہ پیدا ہوئے جو کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہا کے نام سے مشہور ہیں۔

تکوینی واقعات میں مضمر ایک بڑی حکمت:

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد تقریباً ایک سال تک حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس رہیں۔ چونکہ اللہ کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

لیے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے انتخاب کا فیصلہ فرما چکے تھے۔ مزید یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے فوائد و مضمرات اور بھی کئی حکمتیں پوشیدہ تھیں۔ اس لیے تکوینی طور پر ایسے واقعات صادر ہونا شروع ہوئے جو دونوں کی جدائی کا سبب بنتے ہیں۔ لیکن خدائی حکمتوں پر نظر رکھنے والوں کو اس میں بھلائی ہی نظر آتی ہے۔

طلاق دینے کا پس منظر:

ہوا یوں کہ نکاح کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مزاج روکھا روکھا رہا پھر کچھ عرصہ بعد اس روکھے پن میں مزید شدت آئی اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا رویہ ترش ہو گیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مزاج مبارک چونکہ حلم و حوصلہ والا تھا اس لیے برداشت فرماتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ بحیثیت شوہر ہونے کے یہ شکایت تھی کہ ان کی اہلیہ کے دل سے احساس برتری مٹ نہیں سکا۔ چنانچہ ایک دن حضرت زید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اس ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ بطور مشورہ کے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں زینب کو طلاق دے دوں؟

نبوی مشورہ اور پوشیدہ امر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں گی۔ لیکن ان سے نکاح کرنے کی ابھی تک واضح طور پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو وہی مشورہ دیا جائے جو ایسے حالات میں زوجین کو دیا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ۔

ترجمہ: اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں ہی رہنے دو اور اللہ سے ڈرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید سے اس بات کا اظہار نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمار کھا ہے کہ زید تم اپنی بیوی کو طلاق دو گے اور اس کے بعد بحکم الٰہی وہ میری بیوی بنے گی۔ اس بات کا تذکرہ سورۃ احزاب کی آیت نمبر 37 میں موجود ہے۔ تُخۡفِي فِي نَفۡسِكَ کہ آپ اپنے دل میں یہ بات چھپائے ہوئے تھے۔

بالآخر طلاق ہو گئی:

جیسے کاتب تقدیر نے لکھا تھا ویسے ہی ہوا، حضرت زید اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ایک سالہ ازدواجی سفر کا اختتام ہوا، 5 ہجری میں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

زینب؛ ام المومنین بنتی ہیں:

5 ہجری ذیقعدہ کا مہینہ تھا سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر 38 سال ہو چکی تھی، طلاق کے بعد ایام عدت پورے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ زید! آپ جاؤ اور زینب کو میری طرف سے پیغام نکاح دے دو۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ فوراً حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکان کی طرف چل پڑے۔ ابھی پردہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، خود فرماتے ہیں: جب میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا تو وہ میری نگاہ میں نہایت قابل عزت واحترام تھیں کہ میں ان کی طرف نظر نہ اٹھا سکا یہاں تک کہ ادب واحترام کی وجہ سے میں ان کی طرف پشت کر کے کھڑا ہوا اور کہا: ”آپ کے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آپ کے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو نکاح کا پیغام دوں۔“

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتی یہاں تک کہ میں اپنے رب سے اس بارے مشورہ نہ کرلوں اور پھر اٹھ کر نماز

(استخارہ) پڑھنا شروع کی۔

ادھر دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترنا شروع ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: ”کون ہے جو زینب کو یہ خوشخبری سنائے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح ان سے کر دیا ہے“ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ احزاب کی یہ آیت تلاوت فرمائیں: فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡہَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰکَہَا لِکَیۡ لَا یَکُوۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَرَجٌ فِیۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِیَآئِہِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡہُنَّ وَطَرًا ؕ وَ کَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ مَفۡعُوۡلًا۔

”جب زید نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کر لیا تو ہم نے اس سے آپ کا نکاح کرا دیا تاکہ مسلمانوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے (نکاح کرنے میں) اُس وقت کوئی تنگی نہ رہے جب انہوں نے اپنی بیویوں سے تعلق ختم کر لیا ہو اور اللہ نے جو حکم دیا ہے اس پر تو عمل ہو کر ہی رہنا تھا۔“

حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ موجود تھیں، انہوں نے سنا تو وہ خوشخبری سنانے کے لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئیں۔ اور فرمایا: اے زینب! مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آسمانوں پر کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جب یہ عظیم ترین خوشخبری سنی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے زیور اتار کر حضرت سلمی رضی اللہ عنہا کو دے دیے۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور نذر مانی کہ میں دو ماہ روزہ رکھوں گی۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے اور 400 درہم حق مہر ادا کیا۔

دعوتِ ولیمہ:

نکاح کے دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمے کی دعوت رکھی۔

ایک بکری ذبح فرما کر ولیمہ کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ولیمہ کیا اس سے بہتر ولیمہ کسی اور بیوی سے شادی کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔“

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکری ذبح فرمائی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بھی اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حریرہ (عرب کی مشہور سوغات) بنا کر ایک برتن میں بھیج دیا اور تقریباً 300 افراد نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ فلاں فلاں کو اور ان کے علاوہ جو تم کو ملے ولیمہ کے لیے بلا کر لاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمے میں آنے کی دعوت دی۔ کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر لوگوں سے بھر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ دس دس کا حلقہ بنالو اور ہر شخص اپنی طرف سے کھائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ نے اپنا دستِ مبارک اس کھانے میں رکھا اور برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد اس میں اتنی برکت ہوئی اتنی برکت ہوئی کہ سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھالیا کھانا تب بھی ختم نہ ہوا۔ جب سب لوگ کھا چکے تو مجھے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس! اس کھانے کو اٹھالو! حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے اسے اٹھایا تو میرے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ جب یہ کھانا میں نے لوگوں کے سامنے کھانے کے لیے رکھا تھا اُس وقت زیادہ تھا یا اب زیادہ ہے۔؟ اس میں اتنی برکت ہوئی کہ سینکڑوں آدمیوں کے کھالینے پر بھی بچ گیا۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ معلوم ہوتا تھا۔

پردے کے حکم کا نزول:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پردہ کا حکم کب، کہاں اور کیوں اترا؟ اس بات کو سب لوگوں سے زیادہ میں جانتا ہوں۔ فرماتے ہیں: ”سب سے پہلے پردہ کا حکم اس وقت نازل ہوا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد دوسرے روز ولیمہ کیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا۔ لوگ آئے اور کھانا کھا کر چلے گئے لیکن چند آدمی وہیں باتیں کرتے ہوئے رہ گئے اور بہت دیر لگادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت تکلیف سی پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ یہ لوگ بھی چلے جائیں لیکن مروت کی وجہ سے ان کو کچھ کہہ نہ سکے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کیا کہ خود وہاں سے چل دیے تاکہ یہ لوگ بھی چلے جائیں۔

حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے، کچھ دیر بعد واپس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ شاید اب وہ لوگ بھی چلے گئے ہوں گے۔ واپس آکر دیکھا کہ وہ لوگ ابھی تک بیٹھے ہوئے تھے ہیں۔ اس سارے واقعے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ دوسری مرتبہ آکر دیکھا تو لوگ چلے گئے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے تھوڑی دیر بعد باہر واپس تشریف لائے اور یہ آیت حجاب تلاوت فرمائی جو اسی وقت نازل ہوئی تھی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ

أَطۡهَرُ لِقُلُوبِكُمۡ وَ قُلُوبِهِنَّ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو مگر یہ کہ تمہیں کھانے پر آنے کی دعوت دے دی جائے وہ بھی اس طرح کہ تم اس کھانے کی تیاری کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو۔ لیکن جب تمہیں دعوت دی جائے تو جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو اپنی اپنی راہ لو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو، حقیقت یہ ہے کہ اس بات سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے، اور وہ تم سے (کہتے ہوئے) شرماتے ہیں، اور اللہ حق بات کہنے میں کسی سے نہیں شرماتا۔ اور جب تمہیں نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ طریقہ تمہارے دلوں کو بھی اور ان کے دلوں کو بھی زیادہ پاکیزہ رکھنے کا ذریعہ ہو گا۔

اس آیت مبارکہ میں پردے کے بارے خطاب اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہے۔ لیکن حکم عام ہے ساری امت کے لیے ہے۔

نوٹ: اس سے پہلے سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں بھی پردے کے نزول کا تذکرہ ہوا، اور یہاں سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حالات میں بھی پردے کے نزول کے احکام کا تذکرہ ہے۔ اس بارے ہم سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں وہاں دیکھ لیا جائے۔

امتیازی خصوصیات:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا دیگر ازواج مطہرات پر بطور فخر کے فرماتیں کہ تمہارے نکاح تمہارے گھر والوں نے کرائے میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں سے اوپر خود کرایا۔

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ زینب اور سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہما دونوں اپنے اپنے طور پر فخر کیا کرتی تھیں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فرماتیں: میں وہ ہوں جس کا نکاح آسمان پر ہوا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں: میں وہ ہوں جس کی عفت و آبرو کی گواہی آسمان سے آئی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپ کو وہ تین باتیں بتاتی جو میرے علاوہ آپ کی کسی بیوی کو حاصل نہیں۔

1. میرا اور آپ کا دادا ایک ہے۔(یعنی عبد المطلب)
2. میرا آپ کے ساتھ نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کرایا ہے۔
3. اور ہمارے اس خدائی نکاح کی خوشخبری دینے والا جبرائیل امین ہے۔

خدا خوفی:

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی آپ کے قریب (پردے ہی میں) تشریف فرما تھیں، سیدہ زینب نے کوئی بات کہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمر! زینب سے درگزر کرو، یہ اَوّاہ ہیں (یعنی عاجزی وانکساری کے ساتھ اللہ کے حضور آہ وزاری سے دعائیں مانگنے والی ہیں)

ایک حدیث میں ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو خشوع و خضوع کرنے والا نہیں دیکھا۔

فائدہ:

یہاں یہ سمجھ لیں کہ زبان سے اظہارِ عاجزی کو "خشوع" کہتے ہیں۔ قرآن کریم کی سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 108 میں ہے: وَخَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ۔

ترجمہ: اور خدائے رحمان کے سامنے سب آوازیں دب کر رہ جائیں گی۔

جبکہ اپنے اعضاء جسمانی سے عاجزی کے اظہار کرنا مثلاً بدن کو جھکانا، نظریں اور آواز پست کرنا الغرض ہر ادا سے بے چارگی کا اظہار کرنے کا نام "خضوع" ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ الشعراء آیت نمبر 4 میں ہے: إِن نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ۔

ترجمہ: اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایسی نشانی اتاریں کہ اس کے سامنے ان کی گردنیں جھک کر رہ جائیں۔

اتباعِ شریعت:

زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی کا انتقال ہوا تو میں ان کے گھر گئی۔ انہوں نے مجھے خوشبو سنگھائی اور فرمایا: واللہ! مجھے خوشبو لگانے کی چنداں کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنی والی کسی مومن خاتون کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے ماسوائے اس عورت کے جس کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

فائدہ نمبر 1: یہاں چار ماہ سے قمری مہینے (یعنی چاند کے مہینے) مراد ہیں۔

فائدہ نمبر 2: مذکورہ حدیث میں شوہر کے فوت ہونے پر جو عدت بیان کی گئی ہے وہ اس عورت کی ہے جو حاملہ نہ ہو۔ اگر حاملہ ہو اس کی عدت وضع حمل (بچہ جننے تک) ہے۔ عدت کے مزید احکامات میری کتاب "مسلمان عورت" میں ملاحظہ کریں۔

سوکنوں کی گواہی:

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے اوصاف و کمالات کا تذکرہ آپ کی سوکنیں امہات المومنین نے بھی فرمایا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں

نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی عورت زیادہ دین دار، پرہیز گار، زیادہ راست گفتار، زیادہ جود وسخا کی مالک، اللہ کے راہ میں خرچ کرنے اور رضائے الٰہی کو حاصل کرنے کے لیے آپ رضی اللہ عنہا سے زیادہ سر گرم نہیں دیکھی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کی خبر سن کر مدینہ منورہ کے غریبوں، فقیروں اور مسکینوں میں غم کی لہر دوڑ گئی اور وہ گھبرا گئے کہ ان کے بعد اس قدر ہمارا پرسان حال اور کون ہو گا؟

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ایک خوب صورت خاتون تھیں، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے آپ رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتے تھے۔ صالح، روزہ دار اور شب بیدار تھیں۔

سخاوت و دریا دلی:

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سخاوت و دریا دلی میں بہت مشہور تھیں جو کچھ ہوتا راہ خدا میں خرچ کر دیتیں۔ آپ کی سخاوت کا اندازہ اس ایک واقعے سے کیا جا سکتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں 12000 دراہم بھیجے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ کی بخشش فرمائے، میری دوسری بہنیں (امہات المؤمنین) مجھ سے زیادہ اس نوازش کی حق دار ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے بھی الگ بھیجا ہے، یہ سب آپ ہی کا ہے۔ فرمانے لگیں: سبحان اللہ! پھر اسے ایک کپڑے سے چھپا کر ڈھانپ دیا اور برزہ بنت رافع کو کہا کہ اس کو لوگوں میں بانٹ دو، اُن لوگوں میں سے کچھ آپ رضی اللہ عنہا کے عزیز بھی تھے اور کچھ مسکین و یتیم لوگ بھی تھے۔ انہوں نے آپ کے حکم پر لوگوں میں تقسیم کیا اس کے باوجود بھی کچھ رقم بچ گئی

توبرزہ بنت رافع نے کہا: اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو کپڑے کے نیچے باقی ہے، سب آپ کا ہے۔ اس میں 85 درہم باقی تھے۔

وفات کا اشارہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا: تم میں سے وہ مجھے جلد ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر امہات المومنین رضی اللہ عنہن اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں۔ اس میں لمبا ہاتھ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امہات المومنین میں سے سب سے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو امہات المومنین سمجھ گئیں کہ لمبے ہاتھ سے مراد سخاوت اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ کیونکہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سخاوت و دریادلی میں سب سے آگے تھیں۔

وصیت نامہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا کفن بھی خود تیار کر کے رکھا ہوا تھا وفات سے کچھ دن پہلے آپ رضی اللہ عنہا نے وصیتیں کیں۔

نمبر 1: میں نے اپنا کفن تیار کیا ہوا ہے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے لیے کفن بھیجیں تو ان دو میں سے ایک کفن صدقہ کر دینا۔

نمبر 2: میری لاش اس چارپائی پر لے کر جانا جس چارپائی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھا گیا تھا۔

نمبر 3: میرے جنازے کے پیچھے آگ نہ لے جائی جائے اور میری قبر بقیع میں عقیل اور ابن حنیفہ کے گھر کے درمیان کھودی جائے۔

نمبر 4: جب مجھے قبر میں اتار دیا جائے تو اگر میرا پٹکا خیرات کر سکو تو کر دینا۔

نوٹ: پٹکا اس کپڑے کو کہتے ہیں جو لاش کی کمر میں ڈال کر قبر میں اتارے جانے

کے کام آتا ہے۔

وفات:

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات 20 ہجری کو ہوئی، آپ کی کل عمر 53 سال کے قریب تھی۔

جنازہ:

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا جب وصال ہوا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اعلان کرایا: اے اہل مدینہ! اپنی ماں کے جنازے میں شرکت کرو۔ چنانچہ جنازے میں اہلیان مدینہ نے کثرت سے شرکت کی۔ جس دن آپ نے وفات پائی وہ سخت گرمی کا دن تھا۔ اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قبر پر ایک شامیانہ لگوا دیا تا کہ قبر کی تیاری اور سیدہ کی تدفین میں لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ یہ بھی یاد رہے کہ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا شامیانہ تھا جو کسی قبر پر نصب کیا گیا تھا۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مختصر سا خطبہ بھی ارشاد فرمایا جس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تیمارداری، غسل، تجہیز و تکفین اور تدفین کے بارے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا پیغام سنایا اور آپ نے 4 تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔

تدفین:

عام لوگوں کو سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کے پاس سے ہٹا دیا گیا چنانچہ آپ کے تین بھانجوں محمد بن عبد اللہ بن جحش، عبد اللہ بن ابی احمد بن جحش، محمد بن طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو قبر (جنت البقیع کے قبرستان میں) میں اتارا۔

رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا

اُمّ المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا

اجمالی خاکہ

نام	جویریہ
والد	حارث بن ابی ضرار
سن پیدائش	بعثت نبوی سے 2 سال قبل
قبیلہ	بنو مصطلق
زوجیت رسول	5 ہجری
سن وفات	50 ہجری
مقام تدفین	جنت البقیع (مدینہ منورہ)
کل عمر	65 سال تقریباً

نام ونسب:

آپ کا پیدائشی نام برّہ تھا، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر جویریہ رکھا۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے: برّہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ بن سعد بن عرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو مزیقیاء۔

ولادت:

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے تقریباً 2 سال قبل پیدا ہوئیں۔

خاندانی پس منظر:

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا تعلق قبیلہ بنو مصطلق سے ہے۔ قبیلہ بنی خزاعہ کی ایک شاخ کا نام بنو مصطلق تھا، جو خزیمہ ابن سعد ابن عمر کی اولاد سے ہے۔ خزیمہ کا لقب ”مصطلق“ تھا۔ یہ بہت خوش آواز تھا، بنو خزاعہ میں سب سے پہلے گانا اسی نے گایا۔

سیدہ جویرہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بن ابی ضرار اسلام لانے سے پہلے اپنے زمانے کے مشہور رہزن اور ڈاکو تھے، ان کو مسلمانوں سے خاص دلی عداوت تھی۔ اپنے قبیلے کے سردار مانے جاتے تھے اس لیے بنو مصطلق کا پورا قبیلہ آپ کے ساتھ رہزنی وڈکیتی میں ساتھ دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے پہلے یہ قبیلہ مسلمانوں کے خلاف تقریباً ہر جنگ کا حصہ رہا۔

لیکن جب سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا ام المومنین بنیں تو اس قبیلے کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور رہزنی وڈکیتی چھوڑ کر متمدن اور مہذب زندگی اختیار کر لی تھی اور اس کے بعد مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔

پہلا نکاح:

جب سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بالغ ہوئیں تو آپ کے والدین کو آپ کی شادی کی فکر لاحق ہوئی۔ صفوان بن ابی شفر بن سرح بن مالک بن جذیمہ ایک دن ان کے گھر آئے۔ صفوان اور حارث دونوں قریبی رشتہ بھی تھے۔ صفوان کے دادا سرح اور حارث کے پردادا عائذ دونوں مالک بن جذیمہ کے بیٹے تھے۔

صفوان بن ابی الشفر نے حارث سے کہا کہ برہ (سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا) کی شادی کے بارے پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔ میں خود اپنے بیٹے مسافع کے لیے آپ سے بَرَّہ کا ہاتھ مانگنے آیا ہوں۔ چنانچہ یہ شادی طے ہوگئی اور آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح مسافع کے ساتھ ہوگیا۔

یثرب کا چاند گود میں:

انہی دنوں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کو ایک عجیب خواب آیا۔ آپ کیا دیکھتی ہیں کہ یثرب (مدینہ منورہ) سے چاند چلتا ہوا ان کی گود میں اترتا ہے۔ خواب چونکہ بہت عجیب و غریب تھا اس وجہ سے آپ کی اسی وقت بیدار ہوئیں اور اس کی تعبیر سوچنے لگیں۔ لیکن اس خواب کا کسی سے حتی کہ اپنے شوہر مسافع سے بھی ذکر نہیں کیا۔ کچھ دنوں بعد جب آپ کا نکاح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا تو آپ نے اپنے خواب کی تعبیر پالی۔

غزوہ مُرَیْسِیع:

اسی دوران ایک اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ قبیلہ بنو مصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار اپنے قبیلے اور کچھ دیگر قبائل کے لوگوں کے ہمراہ اہل اسلام کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیاریاں کر رہا ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے بنو مصطلق کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر حارث بن ضرار سے ملاقات کی اور بات چیت کی اور واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات سے باخبر کیا کہ واقعی بنو مصطلق اور دیگر قبائل کے لوگ حارث بن ابی ضرار کی قیادت میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور مورخہ 2 شعبان 5 ہجری کو بنی مصطلق کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر میں امہات المومنین میں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ روانہ ہوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے انتظامی معاملات حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ یا پھر نمیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو سونپے۔ اس غزوے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ منافقین کی بھی ایک جماعت ساتھ تھی جو اس سے پہلے کسی غزوے میں شریک نہیں ہوئی تھی۔

دوسری طرف حارث بن ابی ضرار نے بھی اسلامی لشکر کی نقل و حرکت، سپاہیوں کی تعداد اور اسلحہ کی مقدار معلوم کرنے کے لیے ایک جاسوس بھیجا، یہ جاسوسی کرتے ہوئے پکڑا گیا اور مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا۔

حارث بن ابی ضرار اور اس کے قبیلے کے لوگوں کو جب یہ اطلاع ملی کہ لشکر اسلام اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں بنو مصطلق کی طرف آ رہا ہے مزید یہ کہ انہیں اپنے جاسوس کے قتل کیے جانے کا علم ہوا تو وہ سخت خوفزدہ ہوئے۔ بنو مصطلق کے علاوہ جو دیگر قبائل کے لوگ ان کے ساتھ تھے وہ سب خوف کے مارے واپس ہو گئے۔ ادھر لشکر اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مقام قدید

کے قریب چشمہ مُریسیع تک پہنچ گئے۔

نوٹ: مُرَیْسِیْع۔ م کو پیش جبکہ راء کو زبر ساتھ پڑھنا ہے۔

حارث بن ابی ضرار نے یہ صورت حال دیکھی تو آمادۂ جنگ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صف بندی فرمائی۔ اسلامی لشکر کے جھنڈا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہا کو دیا اور خاص انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں۔

یہ جنگ کچھ دیر تک جاری رہی، دونوں طرف سے تیروں کا تبادلہ ہوا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یکبارگی حملہ کیا اور بنو مصطلق کے قدم اکھڑ گئے، مسلمان فتح یاب ہو گئے اور مشرکین نے شکست کھائی۔ بنو مصطلق کے گیارہ آدمی مارے گئے جن میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر مسافع بن صفوان بھی شامل تھے اور چھ سو کے قریب گرفتار ہوئے۔ ان قیدیوں میں بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی برہ (حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا) بھی تھیں۔

مسلمانوں میں سے صرف ایک صحابی حضرت ہشام بن صباحہ رضی اللہ عنہ شہادت پر فائز ہوئے تھے، یہ بھی ایک شبہ کی وجہ سے شہید ہوئے، ایک انصاری صحابی کو ان کی پہچان نہ ہو سکی اور انہوں نے آپ کو دشمن کا آدمی سمجھ کر قتل کر دیا تھا۔ حارث بن ابی ضرار اور دیگر چند لوگوں نے راہ فرار اختیار کی اور بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

مال غنیمت:

اس جنگ میں مسلمانوں کو دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں ملیں اور دو سو گھروں کے چھ سو مرد، عورتیں اور بچے اسیر ہوئے۔ مال غنیمت کو

مجاہدین میں بانٹ دیا گیا اور قیدیوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

قبولِ اسلام:

ان قیدیوں میں حارث بن ابی ضرار کی بیٹی برہ بھی موجود تھیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جویریہ بنت حارث؛ سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ یا ان کے چچازاد کے حصے میں آئی۔ چنانچہ جویریہ نے اپنے بارے میں مکاتبت کر لی۔

نوٹ: مکاتب اس غلام اور مکاتبہ اس لونڈی کو کہتے ہیں جو اپنے مالک سے یہ طے کر لے کہ وہ ایک مقررہ رقم مالک کو ادا کر کے آزاد ہو جائے گا / ہو جائے گی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جویریہ حسن صورت کی مالک خاتون تھی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی کہ اپنی مکاتبت (ادائیگی رقم سے مشروط آزادی) کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پاس آئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ جویریہ دروازے پر کھڑی ہوئی تھیں ...... جویریہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حارث کی بیٹی جویریہ ہوں، میرا معاملہ آپ سے مخفی نہیں ہے (کہ جنگی قیدی ہوں اور لونڈی بنائی گئی ہوں) میں ثابت بن قیس بن شماس کے حصے میں آئی ہوں۔ میں نے ان سے اپنے بارے مکاتبت کر لی ہے۔ میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئی ہوں کہ آپ اس بارے میرے ساتھ تعاون فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم اس سے بہتر معاملہ پسند نہیں کرتی ہو؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمہاری طرف سے تمہاری رقم ادا کر دیتا ہوں اور آپ سے شادی کر لیتا ہوں۔“

انہوں نے کہا: میں راضی ہوں۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت اسلام قبول فرمایا۔

جویریہ؛ ام المومنین بنتی ہیں:

قبول اسلام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے رقم ادا کی، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ازواج مطہرات میں شامل فرما کر "ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا" بنا دیا۔ اور حق مہر کے طور پر ان کے قبیلے کے 40 غلام آزاد فرمائے۔

حجاب کے حکم کی حکمت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کو حجاب کا حکم دیا اور باقی ازواج مطہرات کی طرح ان کے لیے بھی آپ نے باری مقرر فرمائی۔

نوٹ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو حجاب کا حکم دیا۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے اس کا پس منظر سمجھنا ضروری ہے۔ جب پردے کے احکام نازل ہوئے تو آزاد عورت اور باندی میں فرق کرنے کے لیے یوں کیا جاتا، کہ آزاد عورت مکمل پردہ فرماتی جبکہ لونڈیوں کو چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کا مطلب یہ ہے کہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی نہیں تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد فرما کر نکاح فرمایا تھا۔ چونکہ یہ پردہ کا حکم دینے والی بات ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں بھی آ رہی ہے اس لیے یہاں اس کی وضاحت کر دی ہے تاکہ وہاں بھی سمجھنے میں آسانی رہے۔

حارث بن ابی ضرار کا سفر مدینہ:

آپ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بن ابی ضرار کو کسی نے یہ اطلاع دی کہ

برہ کو لونڈی بنالیا گیا ہے۔ تو حارث بن ابی ضرار اپنی بیٹی کی رہائی کے لیے بہت سا مال واسباب اونٹوں پر لاد کر مدینہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ان اونٹوں میں دو اونٹ حارث کو بہت پسند تھے، چنانچہ دوران سفر انہوں نے وہ دو اونٹ مقام عقیق پر کسی گھاٹی میں باندھ دیے اور باقی مال و اسباب سے لدے ہوئے اونٹ لے کر مدینہ پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

"میری بیٹی آپ کی قید میں ہے میں اس کی رہائی کے لیے یہ مال واسباب لایا ہوں۔ یہ لے لیں اور میری بیٹی کو آزاد کر دیں۔"

حارث بن ابی ضرار کا قبول اسلام:

اسی دوران اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتلا دیا کہ حارث نے فلاں مقام پر دو اونٹ چھپا دیے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دو اونٹ جو تم چھپا آئے ہو وہ کہاں ہیں؟" حارث بن ابی ضرار نے یہ سنا تو حیران ہوا اسے یقین ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر وحی بھیجتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

روایات میں آتا ہے کہ ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر والے بھائی وغیرہ بھی دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے تھے۔ یہاں پہنچ کر حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ میری دختر جویریہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمالیا ہے اس پر آپ بے حد خوش ہوئے۔

بابرکت شادی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہ سے شادی فرما لی تو انہوں نے بنو مصطلق کے قیدیوں کو اس لیے آزاد کر دیا کہ یہ قبیلہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کا سسرالی رشتہ دار بن گیا ہے۔ چنانچہ محدثین نے لکھا ہے کہ اس موقع پر بنو مصطلق کے سو خاندان آزادی کی نعمت سے بہرہ مند ہوئے۔

اسی لیے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے ام المومنین بننے پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”میں نے جویریہ سے بڑھ کر کسی عورت کو اپنے قبیلے کے لیے باعث رحمت نہیں پایا۔“

بیت نبی کی اہل بیت:

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے لئے دیگر امہات المومنین کے حجروں کے متصل مسجد نبوی کے قریب ہی ایک حجرہ تعمیر کرایا گیا تھا۔ اس کی دیواریں کچی اینٹوں کی اور چھت کھجوروں کی شاخوں سے بنائی گئی تھی جسے گارے سے لیپ دیا گیا تھا، دروازے پر اونی ٹاٹ کا پردہ تھا۔

امتیازی خصوصیت:

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کی دیگر ازواج فخر کرتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس بات پر؟ آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ زیادہ حق مہر پر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نے آپ کے مہر میں بڑی رقم ادا نہیں کی؟ کیا میں نے آپ کی قوم کے 40 غلام آزاد نہیں کیے؟

اوصاف وکمالات:

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نہایت عبادت گزار، تقویٰ وللّٰہیت، قناعت پسند، پیکر صبر ورضا، اور جود وسخا میں بہت آگے تھیں۔ اللہ کریم نے آپ رضی اللہ عنہا کو تمام عمدہ اوصاف عطا فرمائے تھے۔

چار کلمات کا ورد:

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد سیدھے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے باہر تشریف لائے تو اس وقت وہ اپنے مصلے پر بیٹھی مشغول عبادت تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر بعد دوبارہ ان کے پاس تشریف لائے تو ان کو بدستور مصلے پر بیٹھے مصروف عبادت پایا تو فرمایا: جب سے میں باہر گیا ہوں کیا تم اسی وقت سے اسی جگہ یونہی مصروف عبادت ہو؟

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جس وقت سے تمہارے یہاں سے اٹھ کر گیا ہوں میں نے تین مرتبہ چار کلمے ایسے پڑھے ہیں اگر ان کا موازنہ آپ کی عبادت کے ساتھ کیا جائے تو وہ چار کلمات فضیلت کے اعتبار سے بڑھ جائیں۔

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ مجھے بھی وہ کلمات سکھلا دیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کلمات بتانے کا مقصد یہ تھا کہ اپنے روزمرہ کے اذکار میں ان کلمات کو بھی شامل کر لیا جائے۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا: ”کیا کچھ کھانے کو ہے؟“

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ”میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا، بس وہی موجود ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لے آؤ جس کو صدقہ دیا گیا تھا اس کو پہنچ چکا۔“

نوٹ: یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ خاندان بنی ہاشم کے لیے براہ راست صدقہ لینا یا صدقے کی کوئی چیز کھانا پینا جائز نہیں، ہاں اگر صدقہ دینے والا ہاشمی خاندان کے علاوہ کسی اور خاندان کے شخص کو صدقہ دے پھر وہ ہاشمی خاندان کے شخص کو ہدیہ میں وہی چیز دے دے تو اب ہاشمی خاندان والے کے لیے جائز ہو گا۔

وفات:

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے 65 سال کی عمر میں 50 ہجری ربیع الاول کے مہینے میں وفات پائی مدینہ منورہ کے حاکم مروان بن حکم رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا

اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا

اجمالی خاکہ

نام	رملہ
کنیت	ام حبیبہ
والد	صخر بن حرب ابو سفیان
والدہ	صفیہ بنت ابو العاص
سن پیدائش	بعثت نبوی سے 17 سال پہلے تقریباً
قبیلہ	بنو امیہ
زوجیت رسول	6 ہجری
سن وفات	44 ہجری
مقام تدفین	جنت البقیع (مدینہ منورہ)
کل عمر	74 سال تقریباً

نام و نسب:

آپ کا نام رملہ تھا، سلسلہ نسب اس طرح ہے: رملہ بنت ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اور والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب کچھ یوں ہے: رملہ بنت ام صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھا۔ والد اور والدہ دونوں کی طرف سے پانچویں پشت میں جا کر آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔

کنیت:

آپ کی کنیت "ام حبیبہ" ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر عبید اللہ بن جحش سے ایک لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی اس وجہ سے آپ کی کنیت ام حبیبہ ہے۔

ولادت:

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے 17 سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

خاندانی پس منظر:

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا خاندان بنو امیہ کی چشم و چراغ تھیں۔ اُمَیَّہ: قریش کا ایک سردار تھا جس کی اولاد کو "بنو امیہ" کہا جاتا تھا۔ قریش کا ہی ایک دوسرا بڑا خاندان "بنو ہاشم" بھی تھا جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق تھا۔ ان دونوں خاندانوں میں خاندانی رقابت اور چشمک چلی آتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ کی مخالفت میں بنو امیہ زیادہ پیش پیش رہے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہمارے حریف بنو ہاشم کو یہ اعزاز نصیب ہو۔ تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ عہد رسالت میں اسلام کے خلاف جو بھی جنگیں ہوئیں ان میں اسی

خاندان بنو امیہ کے افراد نے قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔ بدر میں جب اس خاندان کے سر دار عتبہ، ولید اور حنظلہ کو موت کے گھاٹ اتارا گیا تو اپنے ان سر داروں کا انتقام لینے کے لیے ابو سفیان (جب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے کئی حربے آزمائے۔

بالآخر فتح مکہ کے موقع پر اس خاندان کے اکثر افراد نے اسلام قبول کر لیا۔ اس خاندان میں باصلاحیت لوگوں کی کوئی کمی نہیں تھی یہ لوگ بہادر، جانباز اور انتظامی صلاحیتوں کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ پڑھے لکھے بھی تھے، اس لیے ان کو سیاسی و فوجی ذمہ داریاں سونپیں گئیں۔ فتح مکہ کے موقع پر ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کو دارالامن قرار دیا گیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتابتِ وحی کی عظیم سعادت سے بہرہ ور فرمایا اور اسی خاندان کے چشم و چراغ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلافت کے اعلیٰ منصب پر فائز کیا گیا۔

اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہا کے خاندان کا خاندانِ نبوت بنو ہاشم سے بہت گہرا تعلق ہے۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زُلف تھے، ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہن قریبہ صغریٰ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

قبل از اسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح لقیط بن الربیع جن کی کنیت ابو العاص تھی، سے کیا جو اسی خاندان بنو امیہ کے ایک فرد تھے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اسی خاندان بنو امیہ کے چشم و چراغ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی والدہ صفیہ بنت ابو العاص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے والد عفان بن ابو العاص کی سگی بہن تھیں اور حضرت عثمان رضی اللہ

عنہ کی پھوپھی تھیں۔ اس لحاظ سے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا؛ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی بہن میمونہ بنت ابی سفیان حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خوشدامن (ساس) تھیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند شہید کربلا حضرت علی اکبر کی والدہ لیلیٰ بنت مرہ اسی میمونہ کی بیٹی ہیں۔

پہلا نکاح:

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی عبید اللہ بن جحش سے ہوا۔

قبول اسلام:

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ یارسول اللہ! ہم دونوں میاں بیوی اسلام قبول کرنے کے لیے آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس کی بیٹی ہو؟ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ابوسفیان صخر بن حرب (اموی) کی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو کلمہ شہادت پڑھایا اور ان کو مسلمان کر دیا۔

ہجرت حبشہ (ثانیہ):

قبول اسلام کے بعد مکہ مکرمہ میں اہل اسلام پر حالات بہت تنگ کر دیے گئے تھے، چنانچہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ 6 نبوی میں ہجرت کی۔ یہ حبشہ کی طرف دوسری ہجرت تھی اس سے ایک سال قبل 5 نبوی میں اہل اسلام کے چند افراد نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ اس دوسری

ہجرت میں 83 مرد اور 18 خواتین شامل تھیں۔ عبید اللہ بن جحش سے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے دو بچے پیدا ہوئے ایک عبد اللہ اور دوسری حبیبہ۔

حبیبہ رضی اللہ عنہا؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں رہیں اور داؤد بن عروہ بن مسعود ثقفی رحمہ اللہ سے ان کا نکاح ہوا۔

نوٹ: حبشہ؛ عرب کے جنوب میں واقع مشرقی افریقہ کا ایک ملک ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اس ملک پر جو شخص حکمران تھا اس کا نام اَصحمہ بن اَبجَر رضی اللہ عنہ تھا، یہ حضرت جعفر طیّار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے نہ آسکے، جب ان کے فوت ہونے اطلاع مدینہ منورہ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔

متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا گیا تھا۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی تمہارے بھائی حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے ہیں، کھڑے ہو جاؤ، ان کی نماز جنازہ ادا کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور صحابۂ کرام نے آپ کے پیچھے صفیں بنا لیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبریں کہیں، صحابۂ کرام یہی سمجھ رہے تھے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہے۔

(صحیح ابن حبان، مسند احمد، فتح الباری)

حبشی زبان میں بادشاہ کو "نجوس" کہتے ہیں اور حبشی زبان کے اس لفظ کو عربی زبان میں پڑھتے وقت "نجوش" کہا جاتا ہے، اسی سے "نجاشی" ہے۔ حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا تھا، "حبشہ" اصل میں عربی نام ہے یونانی میں اسے " ایتھوپیا" کہتے ہیں اور دنیا کے موجودہ نقشہ میں اسے "ایتھوپیا" ہی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ایک خواب:

حبشہ میں دونوں میاں بیوی خوشی کی زندگی بسر کر رہے تھے، ایک رات سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو ایک خواب آیا، کیا دیکھتی ہیں کہ ان کے خاوند عبید اللہ بن جحش کا چہرہ بری طرح مسخ ہو چکا ہے۔ جب بیدار ہوئیں تو بہت پریشان ہوئیں۔ لیکن اس وقت اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا۔

پہلے شوہر کی حالت ارتداد میں وفات:

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے شوہر عبید اللہ بن جحش نے آپ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں پہلے عیسائی تھا، پھر اسلام قبول کیا لیکن اب پھر میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ نصرانیت ہی دین حق ہے اس لیے میں دوبارہ عیسائی ہو رہا ہوں۔ بلکہ میں تمہیں بھی یہی مشورہ دوں گا کہ تم بھی عیسائیت قبول کر لو۔ یہی ہمارے لئے بہتر ہے۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو اپنا خواب سنایا کہ شاید وہ اس کو سن کر اپنے فیصلے سے باز رہیں۔ لیکن اس خواب کا عبید اللہ پر کچھ اثر نہ ہوا، عیسائی ہو گئے اور شراب پینا شروع کر دی۔ ہر وقت شراب پیتے رہتے۔ اسی شراب نوشی کی کثرت کی وجہ سے حالت ارتداد (اسلام قبول کرنے کے بعد پھر اسلام کو چھوڑ دینا "ارتداد" کہلاتا ہے) پر عبید اللہ بن جحش کی وفات ہوئی۔

پریشانی کے ایام:

اپنے وطن سے دوری، شوہر کے مرتد ہونے اور ان کی وفات یہ سب سانحات ایسے تھے جن سے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو سخت صدمات پہنچے۔ لیکن اس کے باوجود صبر و تحمل کا دامن نہیں چھوڑا بلکہ اللہ کی عبادت میں اور زیادہ مصروف ہو گئیں۔ حبشہ میں ہجرت کر کے تشریف لانے والی خواتین بالخصوص سیدہ ام سلمہ،

سیدہ رقیہ، سیدہ لیلیٰ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہن نے آپ کو دلاسہ دیتی رہیں۔

ام حبیبہ؛ ام المومنین بنتی ہیں :

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کے مرتد ہو کر فوت ہونے کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا، سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عَمْرُو بن امیہ ضُمَرِی رضی اللہ عنہ کو بادشاہ حبشہ نجاشی کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ آپ ام حبیبہ سے برضاء ورغبت معلوم کر کے ان کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔

نجاشی نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اپنے سب دکھ بھول گئے آپ نے رضامندی کا اظہار فرمایا اور پیغام لانے والی باندی کو اپنے کنگن، انگوٹھیاں اور زیور اتار کر ہدیہ کر دیا اور خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو اپنے نکاح کا وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا۔

نجاشی نے اپنے شاہی محل میں نکاح کی مجلس منعقد کی اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور 4000 درہم حق مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود ادا کیا، یہ رقم سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل نکاح حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔

آپ رضی اللہ عنہا نے اس رقم میں سے کچھ اس باندی کو دی جس نے نکاح کی خوشخبری سنائی تھی، لیکن اس باندی نے رقم اور دیگر زیورات وغیرہ آپ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیے جو کل اس باندی نے لیے تھا اور کہنے لگی کہ بادشاہ سلامت کا یہی حکم ہے، خود نجاشی نے اس خوشی میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بیش قیمت تحائف اور قیمتی خوشبوئیں ہدیہ کے طور پر بھیجیں۔

اسی مجلس میں نکاح کی تقریب میں شرکت کرنے والوں کو کھانا بھی کھلایا گیا۔ اس کے بعد سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحری جہاز میں خیبر کے راستے مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ تشریف لائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ بن کر ام المومنین کے معزز اعزاز سے سرفراز ہو گئیں۔

مبارک خواب کی تعبیر:

آپ رضی اللہ عنہا نے کافی عرصہ پہلے ایک خواب دیکھا تھا، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے "یاام المؤمنین" کہہ کر مخاطب کر رہا ہے، میرے دل میں آیا اور میں نے از خود اس مبارک خواب کی تعبیر یہی سمجھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نکاح میں لائیں گے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نکاح ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہا کے خواب کی تعبیر پوری ہو گئی۔

بستر رسول کی حرمت:

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کہ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک میری محبت اسے اپنی اولاد، اپنے والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔ ایک بار سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابو سفیان (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) مدینہ منورہ آئے اور اپنی بیٹی سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے، اور آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھ گئے۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فوراً اٹھی اور والد کو ادب سے عرض کی کہ آپ اس بستر سے اٹھ جائیں۔ یہ پاک بستر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ میں ابھی تک شرک سے پاک نہیں ہوئے۔

اتباعِ شریعت:

دین اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں زندگی کے ہر موڑ کی رہنمائی موجود ہے، خوشیاں کیسے منانی ہیں اور غم و مصیبت میں کیا کرنا ہے؟ چنانچہ جب کوئی فوت ہو جائے تو سوگ کتنے دن کیا جائے؟ ایسے حالات میں شریعت کے حکم کی اتباع کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں شریعت کی اتباع رچ بس چکی تھی۔ چنانچہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس وقت گئی جب ان کے والد ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خوشبو منگوائی جس میں خلوق خوشبو کی زردی یا کسی اور چیز کی ملاوٹ تھی، پھر وہ خوشبو ایک لونڈی نے ان کو لگائی اور ام المؤمنین نے خود اپنے رخساروں پر اسے لگایا۔ اس کے بعد فرمایا: واللہ! مجھے خوشبو کے استعمال کی کوئی خواہش نہیں تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے، سوائے شوہر کے (کہ اس کا سوگ) چار مہینے دس دن کا ہے۔

نوٹ: عدت کا شرعی حکم ہم پہلے لکھ چکے ہیں، وہاں دیکھ لیا جائے۔

ذوق عبادت:

آپ رضی اللہ عنہا نہایت عبادت گزار خاتون تھیں، ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتیں۔ فرائض و واجبات کی ادائیگی کے تو کیا کہنے آپ رضی اللہ عنہا نفلی عبادات بھی بہت زیادہ کرتیں۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص 12 رکعات نفل روزانہ پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ جب آپ

رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو اس وقت سے لے کر آخر عمر تک کبھی بھی ان کا ناغہ نہیں کیا۔

فکرِ آخرت:

آپ رضی اللہ عنہا کو فکر آخرت بہت تھی، وفات سے چند دن پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا: ”میرے اور آپ کے درمیان سوکنوں والے تعلقات تھے، اگر کوئی غلطی مجھ سے ہوئی ہو تو اللہ کے لیے مجھے معاف کر دیجئے۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ” میں نے معاف کیا۔“ پھر ان کے لیے دعا مانگی۔ سیدہ امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”آپ نے مجھے خوش کیا اللہ آپ کو خوش رکھے۔“ اس کے بعد پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہی پیغام بھیجا۔

وفات:

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات 74 سال کی عمر میں 44 ہجری میں ہوئی، یہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا

اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

اجمالی خاکہ

نام	صفیہ
والد	حُیی بن اخطب
والدہ	حزہ بنت سموئیل
سن پیدائش	بعثت نبوی سے 2 سال بعد تقریباً
قبیلہ	بنو نضیر
زوجیت رسول	7 ہجری
سن وفات	50 ہجری
مقامِ تدفین	جنت البقیع (مدینہ منورہ)
کل عمر	65 سال تقریباً

نام و نسب:

صفیہ نام تھا، سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے: صفیہ بنت حُیی بن اخطب بن سعید بن عامر بن عبید بن خزرع بن ابی حبیب بن نضیر۔ جبکہ والدہ کا نام ”برہ“ یا ”ضرہ“ تھا۔ جو قبیلہ بنو قریظہ کے سردار سموئیل کی بیٹی تھیں۔

ولادت:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے تقریباً 2 سال بعد میں ہوئی۔

خاندانی پس منظر:

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا قبیلہ بنو نضیر تھا، یہ یہود کا بہت ممتاز قبیلہ تھا، آپ رضی اللہ عنہا کے والد حُیی (ح پر پیش اور ی کو دوبار پڑھنا ہے پہلی بار زبر کے ساتھ اور دوسری پر جزم) قبیلہ بنو نضیر کے سردار تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں سے تھے۔ اولاد نبی اور قبیلہ کے سردار ہونے کی وجہ سے آپ کو معاشرے میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ والدہ کی طرف سے بھی آپ رضی اللہ عنہا کے خون میں سرداری کے اوصاف پائے جاتے تھے۔

پہلا نکاح:

آپ رضی اللہ عنہا کی عمر جب 14 برس کی ہوئی تو آپ کی شادی سلام بن مشکم القرظی سے کر دی گئی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد سلام بن مشکم نے آپ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ سلام بن مشکم اپنے قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا، اسلام دشمنی میں بہت سرگرم رہا کرتا تھا۔ غزوہ بدر کے بعد جب قریش مکہ کے رئیس ابو سفیان اپنے مقتولین بدر کا انتقام لینے کے لیے دو سو اونٹ سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے تو

سیدھے اسی سلام بن مشکم قرظی کے پاس آئے تھے۔ انہوں نے ابو سفیان کا پر جوش استقبال کیا، اعلیٰ قسم کے کھانے کھلائے، شراب پلائی اور حملہ کرنے کے لیے مدینہ طیبہ کے مخفی راز بھی ابو سفیان کو دیے۔

نوٹ: یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے۔ بعد میں آپ ایمان لے آئے اور جلیل القدر صحابی بنے۔

مدینہ سے جلاوطنی:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے، اسلام کی دعوت دی، لوگوں نے اسلام کو قبول کیا، مدینہ میں پہلے سے موجود مذہبی اثر رسوخ کے مالک یہود کے مذہبی وقار میں خاطر خواہ کمی آنے لگی۔ بت پرست مشرکوں میں تسلسل کے ساتھ پھیلتی ہوئی یہودیت، سکڑ گئی۔ دوسری طرف مکہ کے قریشی بدر میں ہلاک ہونے والے اپنے سرداروں کا انتقام لینے اور اسلام کو ختم کرنے کے لیے مدینہ کے یہودیوں کو اپنے ساتھ ملا رہے تھے۔ گویا مشرکین مکہ اور یہود مدینہ دونوں اسلام کو مٹانے کے لیے اکٹھے ہو گئے۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے قبیلے بنو نضیر نے ایک بار سازش کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر گرا کر قتل کرنا چاہا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے اس سازش کی اطلاع کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے راستے سے بحفاظت نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ دوسری بار قریش مکہ کے کہنے پر بنو نضیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہا اور چال یہ چلی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ آپ تین آدمی لے کر ہمارے پاس تشریف لائیں۔ ہم بھی تین علما کو ساتھ لے کر آتے ہیں۔ آپ اسلام سمجھائیں اگر ہمارے علماء نے آپ کی دعوت کو تسلیم کر لیا تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور فرمایا۔ راستے میں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ تلواریں باندھ کر آپ کو قتل کرنے کے درپے ہیں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا۔ کئی دن تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ لشکر اسلام نے ان کی معاشی قوت کے استیصال کے لیے ان کے باغات تک جلا دیے۔ جب یہ ہر طرف سے بے بس ہو گئے تو انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ بالآخر بنو نضیر کو مدینہ سے جلاوطنی اختیار کرنے مجبور کیا گیا وہ اس شرط کے ساتھ راضی ہوئے کہ جس قدر مال و اسباب اونٹوں پر لے جا سکیں، لے جانے دیں تو ہم مدینہ سے نکل جائیں گے۔ چنانچہ جلاوطنی پر مجبور ہونے والوں میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہ کے والد حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحُقیق، کنانہ بن الربیع کے علاوہ چند دیگر لوگ بھی بنو نضیر سے خیبر کی طرف چلے گئے، وہاں لوگوں نے ان کا اس قدر احترام کیا کہ خیبر کا سردار تسلیم کر لیا۔

دوسرا نکاح:

خیبر پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہا کے والد نے آپ کا نکاح کنانہ بن ابی الحُقیق سے کر دیا۔ کنانہ خیبر کے سردار ابو رافع کا بھتیجا تھا اور خود بھی خیبر کے قلعہ القموص کا حاکم تھا۔

جنگ کی تیاریاں:

آپ رضی اللہ عنہا کے والد حیی بن اخطب جب خیبر آئے تو یہاں اسلام کے خلاف فیصلہ کن معرکہ لڑنے کی تیاریاں شروع کیں۔ آس پاس کے قبائل کو اس کے لیے تیار کیا۔ یہاں تک کہ ایک بڑا لشکر جنگ کے لیے تیار کر لیا۔

غزوہ ذی قرد:

یہود نے قبیلہ غطفان کو بھی لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ عیینہ بن حصن

فزاری نے چند افراد کے ساتھ مل کر یہ شرارت کی کہ مقام ذِی قَرد (چراگاہ کا نام ہے) جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں چر رہی تھیں ان پر حملہ کر دیا۔ اونٹنیوں کی حفاظت پر مامور حضرت ابوذر کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ ان کی بیوی کو گرفتار کر لیا اور 20 اونٹنیاں ساتھ بھگا لے گئے۔ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کو اس حملے کا علم ہوا تو انہوں نے تیز رفتاری سے پیدل دوڑ کر حملہ آوروں کو جا لیا۔ ابھی وہ ایک جگہ پر اونٹنیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے ان پر اتنی پھرتی سے تیر برسائے کہ تمام حملہ آور زخمی ہو کر فرار ہو گئے، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ تمام اونٹنیاں واپس چھڑا لائے۔ اس کے تین دن بعد غزوہ خیبر ہوا۔

غزوہ خیبر:

مدینہ کے شمال مغرب میں خیبر نامی ایک شہر آباد تھا یہ نہایت زرخیز مقام تھا یہاں پر یہودیوں نے چند قلعے بنا رکھے تھے۔ یہود دیگر قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر مدینہ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے انہوں نے اس مقصد کے لیے ایک عرصے سے جنگی اسلحہ جمع کر رکھا تھا۔ قبیلہ بنو غطفان اور قبیلہ بنو اسد کو نصف کھجوروں کے باغات کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا چکے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تیاریوں اور اسلحہ جمع کرنے کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو حاکم مدینہ مقرر فرمایا اور خود 1400 افراد پر مشتمل صحابہ کرام کے قافلے کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے کسی طریقے سے یہودیوں کو خفیہ طور پر مسلمانوں کی روانگی کی اطلاع دے دی۔ پہلے تو یہود نے کھلے میدان میں لڑنے کا فیصلہ کیا اور ایک میدان میں نکل آئے ان کا خیال یہ تھا کہ مسلمانوں کو خیبر پہنچنے میں کچھ دن لگ جائیں گے، چند دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ رجیع میں فوجیں

اتاریں، خیمے، مستورات اور بار برداری کا سامان یہاں اتار دیا گیا جبکہ اصل لشکر نے خیبر کا رخ کیا۔

مقام صہباء پر پہنچ کر نمازِ عصر ادا کی گئی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ستو نوش کیے۔ رات ہوتے ہوتے لشکر خیبر کے قریب پہنچ گیا تھا اور عمارتیں نظر آنے لگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنے کا حکم دیا اور یہاں رک کر دعا فرمائی۔ دوسرے دن خیبر پہنچے۔ یہود ایسی بزدل قوم تھی جب انہوں نے اہل اسلام کی جنگی تیاریاں دیکھیں تو کھلے میدان کے بجائے قلعہ بند ہو کر لڑنے لگے۔

قلعہ قموص کی فتح:

خیبر کی آبادی دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ایک حصے میں پانچ قلعے تھے۔

1: قلعہ ناعم

2: قلعہ صعب بن معاذ

3: قلعہ زبیر

4: قلعہ اُبی

5: قلعہ نزار

ان میں سے مشہور تین قلعوں پر مشتمل علاقہ نطاۃ کہلاتا تھا اور بقیہ دو قلعوں پر مشتمل علاقہ شق کے نام سے مشہور تھا۔

خیبر کی آبادی کا دوسرا حصہ کتیبہ کہلاتا تھا۔ اس میں صرف تین قلعے تھے۔

1: قلعہ قموص (یہ بنو نضیر کے خاندان ابو الحقیق کا قلعہ تھا)

2: قلعہ وطیح

3: قلعہ سلالم۔

یہودیوں نے اپنی خواتین اور بچے قلعہ قموص اور نطاۃ میں جبکہ دیگر سامان و اسلحہ وغیرہ قلعہ ناعم میں محفوظ کرلیا اور ہر قلعے پر تیر انداز تعینات کردیے۔ مسلمانوں نے پانچ قلعوں کو ایک ایک کر کے فتح کیا جس میں 50 مجاہدین زخمی اور ایک شہید ہوئے۔

قلعہ قموص سب سے بنیادی اور بڑا قلعہ تھا جو ایک پہاڑی پر بنا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قلعے کو فتح کرنے کے لیے چند صحابہ کرام کو بھیجا لیکن یہ فتح نہ ہوا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کل میں اسے علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ شکست کھانے والا اور بھاگنے والا نہیں ہے۔ خدا اس کے ہاتھوں سے فتح عطا کرے گا۔“ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خواہش کرنے لگے کہ کاش یہ سعادت انہیں نصیب ہو۔

دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ انہیں آنکھ کی تکلیف ہے اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ مبارک ان کی آنکھ پر لگایا آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کی تکلیف بالکل ختم ہوگئی۔

دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں اترے تو یہودیوں کے مشہور پہلوان مرحب کا بھائی حارث مسلمانوں پر حملہ آور ہوا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ایک ہی وار میں قتل کر دیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ اس کے بعد مرحب رجز (جنگی اشعار) پڑھتا ہوا میدان میں اترا۔ اس نے زرہ اور خَود پہنا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی جواب میں رجز پڑھا اور مرحب کے سر پر اتنے زور سے تلوار کا وار کیا جس سے خَود دو ٹکڑے ہوگئی اور مرحب دو دھڑوں میں کٹ گیا۔

زِرَّہ: لوہے کا بنا ہوا جنگی لباس جس کے ذریعے تیر و تلوار وغیرہ کے حملوں سے جسم کو بچایا جاتا ہے۔

خَوُد: خ کو زبر کے ساتھ پڑھنا ہے۔ لوہے کی بنی ہوئی جنگی ٹوپی۔

اس کی ہلاکت کے بعد باقی یہودی خوفزدہ ہو کر قلعہ میں جا گھسے۔ حضرت علی عنہ نے قلعہ کا دروازے کو دونوں ہاتھوں سے پورا زور سے اکھاڑ لیا۔ اس کے بعد آپ نے اس دروازے کو قلعہ قموص کے آگے والے گڑھے پر رکھا تا کہ اسلامی فوج گھوڑوں سمیت قلعہ میں داخل ہو سکے، اسلامی فوج داخل ہوئی، یہودی سہم گئے انہوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیے اور قلعہ قموص بھی فتح ہو گیا۔ اس پورے غزوے میں 93 یہودی ہلاک ہوئے جبکہ 15 مسلمان شہادت کے اعلی مقام پر فائز ہوئے۔

خیبر کی نصف پیداوار:

فتح کے بعد خیبر کی زمین تقسیم کی گئی لیکن اہل خیبر نے گذارش کی کہ زمین ایسے ہی رہنے دی جائے ہم پیداوار کا نصف ادا کیا کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا اور کاشت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم؛ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیتے جو فصل کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد اہل خیبر سے کہتے کہ ان میں سے جو حصہ چاہو لے لو۔

خیبر میں قیام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے بعد کچھ عرصہ تک خیبر میں مقیم رہے، تمام تر امن و امان کے باوجود بھی یہودیوں کی اسلام دشمن سازشیں ختم نہ ہوئیں۔ اسی دوران ایک واقعہ پیش آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو مرحب کی بھابھی زینب نے کھانے کی دعوت دی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نوالہ لینے کے بعد کھانے سے ہاتھ روک لیا

جبکہ ایک صحابی حضرت بِشر رضی اللہ عنہ نے پیٹ بھر کر کھایا۔ زہر کی وجہ سے حضرت بشر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ بعد میں زینب نے جرم کا اقرار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ذاتی طور پر معاف فرمایا لیکن وہ حضرت بشر رضی اللہ عنہ کے قصاص میں قتل کر دی گئی۔

مال غنیمت کی تقسیم:

غزوہ خیبر میں کئی نامور پہلوان جنگ جو اور یہودیوں کے سردار مارے گئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے سارے افراد اسی غزوے میں قتل کر دیے گئے یا جنگی قیدی بنا لیے گئے۔ جنگ کے بعد تمام قیدی اور مال غنیمت ایک جگہ جمع کئے گئے۔

اسی دوران حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی ایک رشتہ دار خاتون کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکڑ کر لائے۔ راستے میں مقتولین کی لاشیں خاک و خون لتھڑی ہوئی پڑی تھیں۔ ان میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہ کے والد، بھائی، شوہر اور خاندان کے بعض دوسرے لوگوں کی بھی کی لاشیں بھی تھیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان لاشوں کو دیکھا لیکن بالکل تحمل کا دامن نہیں چھوڑا۔ جبکہ آپ کے ساتھ قید ہونے والی دوسری خاتون نے جب لاشیں دیکھیں تو بے قابو ہو کر رونا پیٹنا شروع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس عورت کے رونے کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تربیت کرتے ہوئے فرمایا: ”بلال تمہارے دل میں رحم پیدا نہیں ہوا کہ ان عورتوں کو اس راستے سے لائے ہو جہاں ان کے باپ اور بھائی خاک وخون میں لتھڑے پڑے ہیں۔“

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا انتخاب:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قیدیوں کے پاس بیٹھ گئیں۔ جب مال غنیمت

تقسیم ہونے لگا تو حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے پسند فرمایا۔

صحابہ کرام کا مشورہ:

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدہ صفیہ کی حیثیت کا خیال فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ”یارسول اللہ! صفیہ بنی قریظہ اور بنو نضیر کی رئیس زادی ہے، خاندانی وقار کے پیش نظر وہ ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادہ موزوں ہے۔“

سیدہ صفیہ کو اختیار:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشورہ قبول فرمالیا۔ اور وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دوسری لونڈی عطا فرما کر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور یہ اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو اپنے گھر چلی جائیں اور اگر چاہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آجائیں۔

قبول اسلام:

اسی موقع پر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کو دل و جان سے قبول کر لیا اور اہل ایمان کی صف میں شامل ہو گئیں۔ ابراھیم بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: جب صفیہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ”تمہارے والد برابر میرے سخت ترین یہودی دشمنوں میں سے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا۔“

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: ”فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے، اگر تم اسلام قبول کر لو تو میں تمہیں اپنے پاس ہی روک لوں گا،

اور اگر تم یہودیت پر بر قرار رہنا چاہو، تو ایسا ہے کہ میں تمہیں آزاد کیے دیتا ہوں، تم اپنی قوم کے پاس چلی جاؤ۔"

عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں تو آپ کے دعوت دینے سے پہلے ہی سے اسلام کی مشتاق تھی اور دل سے آپ کی تصدیق کر چکی تھی۔ جب میں یہاں آئی ہوں تب بھی مجھے یہودیت میں کوئی رغبت نہیں تھی اور اب تو نہ ان میں کوئی میرا باپ ہے نہ بھائی۔ آپ نے مجھے کفر و اسلام کے درمیان اختیار دیا ہے تو میرا فیصلہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول مجھے آزادی اور اپنی قوم میں لَوٹنے سے زیادہ عزیز ہیں۔

صفیہ ؛ام المومنین بنتی ہیں:

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنا ہی پسند فرمایا، خیبر سے واپسی پر جب آپ سد الروحاء کے مقام پر پہنچے تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حیض سے پاک ہوئیں تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ آئے شب عروسی گزاری اور دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت ولیمہ کی۔ ان کا حق مہر؛ اِن کی اپنی آزادی تھی۔ یہاں سے چلتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو خود اپنے اونٹ پر سوار فرمایا اور خود اپنی چادر مبارک سے ان پر پردہ کیا۔

نوٹ: ہم اس بات کا تذکرہ پہلے کر چکے ہیں کہ پردہ کرانے میں حکمت یہ تھی کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، باندی نہیں۔

مدینہ منورہ تشریف آوری:

دعوت ولیمہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ تشریف لائیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت

حارث بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کی تذکرہ مدینہ کی عورتوں میں پھیل گیا چنانچہ ازواج مطہرات اور انصار و مہاجرین کی خواتین آپ کو دیکھنے کے لیے تشریف لائیں۔

حضرت فاطمہ سے محبت:

اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لیے تشریف لائیں۔ جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر ہیں تو انہوں نے اپنے کانوں کے جھمکے اور زیورات اتار کر ان کی خدمت میں پیش کیا اور ان کے ساتھ جو دوسری خواتین تشریف لائیں انہیں بھی کوئی نہ کوئی زیور تحفے میں دیا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے پوچھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جو ابھی تک غالباً حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے سے واقف نہ ہو پائی تھیں یہ کہا کہ ”یہودیہ ہے۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے فرمایا: نہیں بلکہ صفیہ مسلمان ہو چکی ہے اور اس کا اسلام بہت اچھا ہے۔

ایک خواب کی تعبیر پوری ہوئی:

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر زخم کا ایک نشان تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے آپ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ”یارسول اللہ! میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آسمان

سے چاند ٹوٹ کر میری گود میں آن گرا ہے جب میں نے یہ خواب اپنے خاوند کنانہ بن ابی الحقیق کو سنایا، اس نے یہ کہہ کر کہ تو ملکہ عرب بننا چاہتی ہے میرے منہ پر زور سے تھپڑ مارا جس کی وجہ سے یہ نشان پڑ گیا۔

آپ نے جو خواب دیکھا تو اس کی تعبیر یوں پوری ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہا پوری کائنات کے سردار کی زوجہ بن گئیں۔

محبوبانہ تنبیہ:

خاوند بیوی ہونے کے ناتے بعض ایسے امور بھی پیش آتے ہیں جن کا تعلق فطری زندگی کے ساتھ بہت گہرا ہوتا ہے۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی ازدواجی زندگی امت محمدیہ کی خواتین کے لیے اپنے اندر کئی حکمتوں کو سمیٹے ہوئے ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کے حالات امت کی تعلیم کے لیے تھے۔ اس لیے بعض ایسے واقعات بھی پیش آئے جن سے امت نے دوچار ہونا تھا۔ چنانچہ

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات پر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے ناخوش ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا سیدھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور فرمایا: ”آپ جانتی ہیں کہ میں اپنی باری کسی صورت کسی کو بھی نہیں دیتی لیکن اگر آپ میرا ایک کام کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری کا دن آپ کو دیتی ہوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کام کے لئے راضی ہو گئیں اور زعفران کی رنگی ہوئی ایک چادر لے کر اس پر پانی چھڑکا تاکہ اس کی خوشبو مہک جائے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لے گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عائشہ! یہ تمہاری باری کا دن نہیں۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ”یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔“ پھر تمام صورتحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ

رضی اللہ عنہا سے راضی ہو گئے۔

واللہ! صفیہ سچی ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں تمام ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے چینی کی حالت میں دیکھا تو آپ کا دل بھر آیا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ”یارسول اللہ! کاش آپ کی بیماری مجھے ہو جاتی۔“ ازواج مطہرات نے ان کی طرف دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”واللہ وہ سچّی ہیں۔“ یعنی ان کا اظہار عقیدت سچے دل سے ہے۔

لونڈی کو آزاد کر دیا:

خلافت فاروقی کے زمانے میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے امیر المؤمنین سے شکایت کی کہ امّ المؤمنین میں ابھی تک یہودیت کے کچھ اثرات باقی ہیں۔ کیونکہ وہ اب بھی ہفتہ کے دن کو اچھا سمجھتی ہیں (جیسا کہ یہودی اس دن کی تعظیم کرتے ہیں) اور یہودیوں سے دلی لگاؤ بھی رکھتی ہیں۔ چونکہ بات آپ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کہہ رہی تھی اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے خود امّ المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس چل کر آئے۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”جب سے اللہ نے مجھے ہفتہ کے دن کے بدلے جمعہ کا دن عنایت فرمایا تو ہفتہ کے دن کی محبت میرے دل سے نکل گئی ہے باقی چونکہ یہودی میرے قریبی رشتہ دار ہیں تو مجھے صلہ رحمی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہا کے جواب سے مطمئن ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہا کی حق گوئی کو سراہا۔

اس کے بعد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس لونڈی کو بلا کر پوچھا: ”تو نے

امیر المؤمنین کے پاس جا کر میری بے جا شکایت کیوں کی؟ کس چیز نے تجھے اس الزام تراشی پر آمادہ کیا؟“

لونڈی نے کہا: ”مجھے شیطان نے بہکا دیا تھا۔ “

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کے شیطانی وسوسے والے عذر کو قبول فرماتے ہوئے کہا: ”جا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا۔ “

دردمندی کا وصف:

خلافت عثمانی کا زمانہ جہاں مسلمانوں کے لیے باعث رحمت تھا وہاں پر باعث آزمائش بھی تھا۔ مدینہ طیبہ کے اندر فسادی بلوائیوں نے 35 ہجری میں حضرت عثمان ذوالنّورین رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا تو ان کو بہت سخت رنج ہوا۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک غلام کو ساتھ لیا اور اپنے خچر پر سوار ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف روانہ ہوئیں۔ اشتر نخعی نے ان کے غلام کو دیکھ کر پہچان لیا اور آگے بڑھ کر خچر کو مارنا شروع کر دیا چونکہ حالات بگڑے ہوئے تھے اور اشتر نخعی کے مقابلے میں مزید پیش قدمی ممکن نہیں تھی، اس لئے آپ رضی اللہ عنہا نے حالات کے پیش نظر واپسی کا فیصلہ فرمایا اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کھانا بھیجا۔

وفات:

50 ہجری رمضان المبارک میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا 65 سال کی عمر میں وفات پا گئیں اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

وصیت:

آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا ذاتی مکان اپنی زندگی میں ہی اللہ کی راہ میں صدقہ

کر دیا تھا البتہ ترکہ میں ایک لاکھ دراہم چھوڑے اور اس کے ایک تہائی کی وصیّت اپنے بھانجے کیلئے کی۔ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ لوگ اس کو حصہ دینے میں شش و پنج کا شکار ہونے لگے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”لوگو! اللہ سے ڈرو اور صفیہ کی وصیت پوری کرو۔“ چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کیا گیا۔

رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا

اُمّ المومنین سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

اجمالی خاکہ

نام	میمونہ
والد	حارث بن حزن
والدہ	ہند بنت عوف
سن پیدائش	بعثت نبوی سے 16 سال قبل
قبیلہ	قریش (بنو ہلال)
زوجیت رسول	7 ہجری
سنِ وفات	51 ہجری
مقامِ تدفین	مقامِ سَرِف (مکہ مکرمہ کا نواحی علاقہ)
کل عمر	80 سال تقریباً

نام و نسب

آپ کا پیدائشی نام برہ تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر میمونہ کر دیا سلسلہ نسب اس طرح ہے: میمونہ بنت حارث بن حَزن بن بُجیر بن ہُزم بن رُوَیبَۃ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صَعصَعَۃ بن معاویۃ بن بکر بن ھَوَازِن بن منصور بن عِکرِمَۃ بن خَصفۃ بن قَیس بن عَیلان بن مُضَر۔

جبکہ والدہ کی طرف سے کچھ یوں ہے میمونہ بنت ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث بن حماطۃ بن جرش بن اسلم بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن الغوث بن قطن بن عریب بن زہیر بن غوث بن ایمن بن الہمیسع بن حمیر بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔

والد کی طرف سے (18ویں) اٹھارویں پشت میں مُضَر پر جا کر آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

ولادت:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے تقریباً 16 سال پہلے ہوئی۔

خاندانی پس منظر:

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا تعلق قریش کے معزز قبیلہ بنو ہلال سے تھا، آپ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

دوسری بہن لبابۃ الصغریٰ کا نکاح ولید بن مغیرہ مخزومی کے ساتھ ہوا جن سے

مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

تیسری بہن عصماء رضی اللہ عنہا کا نکاح اُبّی بن خلف سے ہوا لیکن انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، چوتھی بہن عِزہ رضی اللہ عنہا کا نکاح زیاد بن مالک الہلالی سے ہوا انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔

اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہا کی ایک ماں شریک بہن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا ان سے عبد اللہ، عون اور محمد رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ جنگ مُوتہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ان کی شہادت کے بعد اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا ان سے محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا ان سے ایک بیٹا یحیٰ پیدا ہوا۔

دوسری ماں شریک بہن سلمٰی بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے ہوا، ان سے ایک بیٹی امۃ اللہ پیدا ہوئی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا جن سے عبد اللہ اور عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

تیسری ماں شریک بہن سلامہ بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبد اللہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے ہوا جبکہ چوتھی ماں شریک بہن زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

فائدہ: ماں شریک بہن وہ ہوتی ہے کہ ان دونوں کی ماں ایک ہو، والد الگ الگ ہوں۔ یعنی ماں نے پہلے ایک شخص سے شادی کی اس سے اولاد ہوئی، خاوند کی وفات یا طلاق کے بعد اس ماں نے کسی دوسرے شخص سے شادی کی، اس سے بھی اولاد ہوئی۔

اب پہلے شخص سے جو اولاد ہوئی وہ اور اس دوسرے شخص سے جو اولاد ہوئی اسے ”ماں شریک“ کہتے ہیں۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہند بنت عوف کا نکاح خزیمہ بن عبد اللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال بن عامر سے ہوا، ان سے ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ اسی طرح ان کا نکاح عمیس بن معد بن حارث خثعمیہ سے ہوا ان سے اسماء، سلمیٰ اور سلامہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں اور انہی ہند بنت عوف کا نکاح سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بن حَزن ہلالی سے ہوا جن سے لبابۃ الکبریٰ، لبابۃ الصغریٰ، عصماء اور عزہ پیدا ہوئیں۔

ہند بنت عوف کی خوش نصیبی:

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہند بنت عوف کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ دامادوں کے اعتبار سے کوئی عورت اس خوش نصیب بڑھیا کے مقام کو نہیں پہنچ سکتی کیونکہ ان کے دامادوں میں درج ذیل جلیل القدر شخصیات شامل ہیں:

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	حضرت عباس رضی اللہ عنہ
حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
حضرت عبد اللہ بن کعب رضی اللہ عنہ	حضرت شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ

اس کے علاوہ ان کے نواسوں اور نواسیوں میں بھی کئی جلیل القدر صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

پہلا نکاح:

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی کے ساتھ

ہوا۔ اس نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ یہ وہی عمرو بن عمیر ثقفی ہے جس کے تین بیٹے (عبد یا لیل، مسعود اور حبیب) طائف کے معززین شمار ہوتے تھے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر طائف میں خصوصی طور پر دعوت اسلام دی، لیکن انہوں نے بد اخلاقی کا مظاہرہ کیا اور اوباش لڑکوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا۔

دوسرا نکاح:

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کا دوسرا نکاح ابو رُہم بن عبد العزیٰ سے ہوا۔ کچھ عرصہ ان کے ساتھ گزارا اور ان کا بھی انتقال ہو گیا۔

عمرۃ القضاء:

ماہ ذوالقعدہ 7 ہجری کو عمرۃ القضاء کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ اسے عمرۃ القضاء اس کہا جاتا ہے کہ اس سے ایک سال پہلے ذوالقعدہ 6 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا کہ میں (مدینہ منورہ سے) مکہ گیا ہوں وہاں میں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ صحابہ کرام سے اس خواب کا ذکر فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہم بھی آپ کی معیت میں شرف ہمراہی چاہتے ہیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہمراہ لیا جب آپ مقام حدیبیہ پہنچے جو مکہ کے قریب ہے اور اس کا کچھ حصہ حدود حرم میں بھی داخل ہے تو کفار نے مزاحمت کی۔ مختصر یہ کہ چند کڑی شرائط کے ساتھ آپ کو واپس لوٹنا پڑا، ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ آئندہ سال عمرہ کے لیے تشریف لائیں اور جتنے دن اہل مکہ چاہیں آپ وہاں رہ سکتے ہیں۔ اسلحے کے بغیر آنا ہے ہاں صرف تلواریں لانے کی اجازت ہو گی اور وہ بھی میان میں ہوں گی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ ذوالقعدہ 7

ہجری کو تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف وہ صحابہ کرام تشریف لائے جو صلح حدیبیہ میں آپ کے ساتھ شریک تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمرہ ادا فرمایا۔

اسی دوران جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کو ادا فرما چکے تھے اور مکہ مکرمہ ہی میں تشریف فرما تھے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی کہ یارسول اللہ! آپ برہ (میمونہ) بنت حارث کو اپنے رشتہ ازدواج سے جوڑ لیں۔ چونکہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، آپ رضی اللہ عنہ خاندانی طور پر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو اچھی طرح جانتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے اعلیٰ اخلاق و کردار سے خوب واقف تھے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ آپ ان سے نکاح فرمالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے 400 درہم حق مہر کے عوض آپ کا نکاح کر دیا۔

میمونہ؛ ام المومنین بنتی ہیں:

صلح حدیبیہ کی شرائط میں ایک یہ بھی تھی کہ مسلمان صرف تین دن مکہ میں رہیں گے، شرط کے مطابق مدت قیام بھی پوری ہو چکی تھی۔ سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبد العزی قریش کی جانب سے دربار رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور کہا: شرط کے مطابق چونکہ مدت قیام ختم ہو گئی ہے لہذا آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ واپس تشریف لے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ میں شرکت کے لیے انہیں کہا لیکن انہوں نے بات ماننے سے یکسر انکار کر دیا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روانگی کا حکم دیا۔ اور خود بھی مکہ سے چل پڑے۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد

کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو مکہ سے ہمارے قافلے تک پہنچائیں۔ چنانچہ ابو رافع رضی اللہ عنہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو مقررہ مقام (سَرِفْ...... **س پر زبر اور راء کے نیچے زیر کے ساتھ**)تک بخیر وعافیت لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم 400 درہم حق مہر ادا کیا۔

ایک اہم مسئلہ:

قرآن کریم اور احادیث میں ایک فقہی مسئلہ ہے کہ کوئی شخص دو بہنوں کو نکاح میں اکٹھے نہیں رکھ سکتا۔ خواہ وہ سگی بہنیں ہوں / ماں شریک ہوں یا باپ شریک ہوں۔ ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا دونوں ماں شریک بہنیں ہیں اور دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجات مطہرات میں سے تھیں۔

یہاں یہ بات ذہن میں آسکتی ہے کہ جب دو بہنوں کو نکاح میں جمع نہیں کیا جاسکتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بہنوں سے نکاح کیسے فرمالیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل مسئلہ اس طرح ہے کہ بیک وقت دونوں کو نکاح میں ایک ساتھ جمع نہیں کیا جاسکتا۔

ہاں اگر ان بہنوں میں سے ایک نکاح میں باقی نہ رہے خواہ اس کی وجہ طلاق ہو یا عورت کا فوت ہونا تو دوسری بہن سے نکاح کیا جاسکتا ہے۔ بیک وقت دونوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے پہلے نکاح فرمایا پھر ان کی وفات کی بعد ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

نوٹ: اس مسئلہ سے متعلق دیگر احکام ومسائل میری کتاب ”مسلمان عورت“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس مبارک نکاح کی برکات:

یہ تو آپ کے علم میں آچکا ہے کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا پیدائشی نام برہ تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر میمونہ رکھ دیا۔ میمونہ کا مطلب ہوتا ہے باعث برکت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اس نام کو منتخب کرنے کی کئی پوشیدہ حکمتیں بھی ہوں گی لیکن جو ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ

صلح حدیبیہ کے اگلے سال عمرۃ القضاء کی ادائیگی نے مسلمانوں کی شان و شوکت اور دین اسلام پر جانثاری نے اہل مکہ پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے، کفار و مشرکین مکہ کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ صرف چند بدگمانیاں باقی تھیں، انہیں یہ صاف نظر آرہا تھا کہ اگر اہل مکہ کے ساتھ مسلمانوں کا مزید کچھ میل جول اور رہا تو سارے مکہ والے اسلام قبول کرلیں گے غالباً یہی وجہ تھی کہ صلح حدیبیہ میں کفار کی طرف سے یہ شرط بطور خاص تھی کہ آئندہ سال مسلمان تین دن کے اندر اندر عمرہ کر کے واپس چلے جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش یہی تھی کہ یہ لوگ اسلام قبول کر لیں اور اس مبارک خواہش کی تکمیل کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرح طرح کی صعوبتیں جھیلیں، سختیاں برداشت کیں، ظلم وناانصافی کو سہتے رہے۔

اس لیے بیوہ وبے آسرا ایک خاتون کو سہارا دینے کے ساتھ ساتھ آپ کے پیش نظر اس وقت کے معروضی حالات بھی تھے۔ آپ سمجھتے تھے کہ اس نکاح سے فوائد و ثمرات میں اہل مکہ کے بااثر شخصیات کے علاوہ اہل نجد کے لوگ بھی اسلام کے قریب آجائیں گے، اسلامی اخلاق و تعلیمات کا قریب سے مشاہدہ کریں گے تو جو بدگمانیاں اذہان و قلوب میں گردش کررہی ہیں وہ ختم ہوجائیں گی۔

چنانچہ ایسے ہی ہوا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والے مکہ کے با

اثر لوگوں میں سے تھے۔ اس نکاح کے بعد سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اسی موقع حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ (کنجی بردار کعبہ) نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

دوسری طرف اہل نجد کا سردار زیاد بن مالک الہلالی جو کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا بہنوئی تھا جب اہل نجد کو اپنے قبیلے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرح کی قرابت داری کا علم ہوا تو وہی لوگ جنہوں نے کبھی دھوکے کے ساتھ 70 مبلغین اسلام کو شہید کرنے کا سنگین جرم کیا تھا اب وہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی بن گئے اور مسلمان ہو کر اہل اسلام کی اجتماعی قوت میں اضافہ کا سبب بنے۔ اس نکاح کے ذریعے یہ تھیں وہ بنیادی حکمتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی ہوں گی جن کا علم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے۔

باکمال ایمان کی نبوی شہادت:

آپ رضی اللہ عنہا کے باکمال ایمان کی گواہی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، حدیث پاک میں ہے کہ ایمان والی خواتین آپس میں بہنیں ہیں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند خواتین کے نام لیے جن میں پہلا نام سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

گھریلو زندگی:

آپ رضی اللہ عنہا اتنے بڑے اعزاز سے عزت پانے کے باوجود اپنے گھریلو کام کاج خود کرتیں، چنانچہ آپ کے بھانجے یزید بن الاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

میری خالہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا گھر کے کام کاج خود کرتیں، کثرت سے مسواک کرتیں اور نمازوں کی ادائیگی کا خوب اہتمام کرتیں۔

تقویٰ وصلہ رحمی:

آپ رضی اللہ عنہا کے دل میں خدا کی محبت بھی موجود تھی اور یہ خوف بھی تھا کہ کہیں میرے کسی کام سے اللہ ناراض نہ ہو جائے۔ معاشرتی رہن سہن میں اسلامی تعلیمات کی سب سے بنیادی چیز صلہ رحمی بھی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، تقوی اور صلہ رحمی یہ دو اوصاف حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو یہ نعمتیں خوب عطا فرمائی تھیں، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے ان دو عمدہ اوصاف کی گواہی دیتے ہوئے فرماتی ہیں:

انہا کانت من اتقانا للہ واوصلنا للرحم

ترجمہ: میمونہ ہم میں خدا خوفی اور صلہ رحمی میں ممتاز مقام رکھتی ہیں۔

علم و فضل:

آپ رضی اللہ عنہا نے دین کی تعلیم کو امت تک پہنچانے میں بہت بڑا کام کیا ہے، گھریلو مسائل اور خانگی امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ بالخصوص خواتین سے متعلق اکثر طہارت و پاکیزگی کے مسائل احادیث مبارکہ میں آپ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے مذکور ہیں۔

ایک مرتبہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ مجھے ام عمار کنگھا کرتی ہے لیکن یہ دن ان کے ماہواری کے چل رہے ہیں، اس لیے انہوں نے کنگھا

نہیں کیا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ شریعت کا مسئلہ ایسے نہیں جیسے تم نے سوچ رکھا ہے بلکہ ان دنوں میں بھی وہ آپ کو کنگھا وغیرہ کر سکتی ہے پھر اس پر دلیل کے طور پر اپنا ذاتی عمل پیش کیا کہ جب ہمارے خاص ایام ہوتے تھے اس دوران بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری گود میں سر رکھ آرام فرما لیتے اور قرآن کریم کی تلاوت بھی فرماتے تھے......اس کے بعد انہیں سمجھایا کہ بیٹا! خاص ایام کے اثرات ہاتھوں تک سرایت نہیں کرتے۔

نوٹ: ایام خاص کے احکام ومسائل میری کتاب "مسلمان عورت" میں تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

سخاوت و دریا دلی:

آپ رضی اللہ عنہا فیاضی و سخاوت میں بھی بلند مقام رکھتی تھیں، غریب پروری اور لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے قرضہ اٹھانے سے بھی دریغ نہ کرتی تھیں۔ کبھی کبھار تو قرضہ بہت اٹھا لیتیں۔ چنانچہ لوگوں کی سماجی ضروریات کو پورا کرنے کے پیش نظر ایک بار زیادہ رقم قرض لی تو کسی نے کہا کہ آپ اس کو کس طرح ادا کریں گی؟

تو اس سے آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص ادا کرنے کی نیت میں مخلص ہو قرضے کی ادائیگی کا بندوبست خدا خود کر دیتا ہے۔ اسی سے آپ رضی اللہ عنہا کے توکل علی اللہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو کس قدر اللہ کی ذات پر یقین اور اعتماد تھا۔

غلام / لونڈیاں کو آزاد کرنا:

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کثرت سے غلام اور لونڈیاں آزاد کرتی تھیں۔

ایک بار آپ رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی آزاد کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تمہیں اس کا اجر عطا فرمائے۔

وفات:

جس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کو قربت بخشی بالکل اسی مقام پر آپ رضی اللہ عنہا خدا کے قرب میں چلی گئیں۔ یعنی مقام سرف میں آپ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ ہوا اور اسی مقام پر آپ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

51 ہجری سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں آپ رضی اللہ عنہا حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لائیں، یہاں آ کر آپ رضی اللہ عنہا کی طبیعت ناساز ہوئی، اپنے بھانجے حضرت یزید بن الاصم رحمہ اللہ کو فرمایا کہ مجھے مکہ سے لے چلو اس لیے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آپ کا انتقال مکہ میں نہیں ہو گا۔ یزید بن الاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو مرض کی حالت میں مکہ سے لے کر چلے جب مقام سرف پر پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔

جنازہ:

آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہا نے پڑھائی۔ حضرت عطاء تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں شریک تھے، جب آپ رضی اللہ عنہا کا جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں اس لیے باادب طریقے سے آہستہ آہستہ لے کر چلو، زیادہ حرکت نہ دو۔

تدفین:

آپ رضی اللہ عنہا کو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، یزید بن الاصم رحمہ اللہ، عبد اللہ بن شداد رحمہ اللہ اور عبد اللہ خولانی رحمہ اللہ نے قبر میں اتارا۔ پہلے تین بھانجے ہیں جبکہ عبد اللہ خولانی رحمہ اللہ یتیم تھے ان کی پرورش اور کفالت آپ رضی اللہ عنہا نے فرمائی تھی۔

رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا

نوٹ: مندرجہ بالا ازواج مطہرات جنہیں امہات المومنین ہونے کا شرف حاصل ہے ان کی تعداد 11 ہے۔ ان کے علاوہ کچھ کنیزیں اور باندیاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف تھیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

1. سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا (ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم پیدا ہوئے جو 18 ماہ بعد فوت ہو گئے۔)
2. سیدہ ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا
3. سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا
4. سیدہ جمیلہ رضی اللہ عنہا

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

ہجرت کے چھٹے سال کے بالکل آخر اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر کے بڑے بڑے بادشاہوں کے نام خطوط ارسال فرمائے۔ جس میں اس بادشاہ اور اس کی قوم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی، اس میں کہا گیا کہ اسلام لے آؤ سلامتی میں رہو گے اور دہرے اجر کے مستحق قرار دیے جاؤ گے ورنہ دوسری صورت میں تمہاری قوم کے اسلام قبول نہ کرنے کا گناہ تمہارے اوپر بھی ہو گا۔

اس کے بعد سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 64 اس میں درج فرمائی گئی اور خط کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر مبارک لگائی گئی جو اوپر نیچے تین سطروں پر مشتمل تھی۔ سب سے اوپر والی سطر میں لفظ اللہ دوسری میں رسول اور تیسری سطر میں محمد لکھا ہوا تھا۔

یہ خط جامعیت و اختصار کے حسین امتزاج کا عظیم شاہکار ہے۔ تمام بادشاہوں کو بھیجے جانے والے خط کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے۔ ان خطوط مبارک کو لے کر جانے کی ذمہ داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سونپی۔ اسی تسلسل کی ایک کڑی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 7 ہجری کے ابتدائی دنوں میں ایک خط شاہ مصر و اسکندریہ کو لکھا، جس کا نام جُریج بن متی قبطی تھا اور اس کا لقب مُقَوْقَس تھا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا، انہوں نے جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پیش کیا۔

نوٹ: **مُقَوْقَس........ میم پر پیش اور دونوں ق پر زبر ہے۔**

شاہ مقوقس کے نام رسول اللہ ﷺ کا خط:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ إِلَى الْمُقَوْقَسِ عَظِیْمِ الْقِبْطِ

سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی!

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّیْ أَدْعُوْكَ بِدَعَایَةِ الإِسْلَامِ، أَسْلِمْ تَسْلِمْ یُؤْتِكَ اللّٰہُ اَجْرَكَ مَرَّتَیْنِ، فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَعَلَیْكَ اِثْمُ الْقِبْطِ﴿یَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّٰہَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَیْئًا وَلاَ یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّٰہِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُولُواْ اشْهَدُواْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے مقوقس عظیم قِبط کی جانب!!

اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد:

میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دوگنا اجر عطا فرمائیں گے اگر تم روگردانی کرو گے تو سارے قبطیوں کی گمراہی کا گناہ تمہارے اوپر ہو گا۔

اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی مشترکہ بات پر جمع ہو جائیں کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود نہیں مانیں گے اور ہم اس کی ذات وصفات (خاصہ) کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور اللہ کے علاوہ کوئی کسی اور کو رب نہ مانے۔ اگر وہ اس عہد وپیمان سے پھر گئے تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو ماننے والے ہیں۔

نوٹ: عموماً جب خط لکھتے ہیں تو اس کی ابتداء میں ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ تحریر کرتے ہیں۔ جبکہ اس خط میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نہیں لکھا گیا بلکہ سلام علی من اتبع الھدیٰ لکھا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ایک دعا ہے جس کے مستحق صرف اہل اسلام ہیں۔ غیر

مسلموں کو خط لکھتے وقت سلام علی من اتبع الھدیٰ لکھا جاتا ہے۔ چونکہ شاہ مصر مقوقس عیسائی تھا اس لیے اسے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ لکھنے کے بجائے سلام علی من اتبع الھدیٰ تحریر کیا۔

قاصد رسول کی مقوقس کے دربار میں تشریف آوری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ شاہ مقوقس کے دربار میں پہنچے اور متانت کے ساتھ ان کو جا کر کہا: اے شاہ مقوقس! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص گزرا ہے جو اپنے آپ کو رب اعلیٰ سمجھتا تھا۔ اللہ نے اسے نشان عبرت بنا دیا۔ پہلے تو اس کے ذریعے لوگوں سے انتقام لیا پھر خود اس کو انتقام کا نشانہ بنایا۔ لہٰذا دوسرے سے عبرت حاصل کرو ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت حاصل کریں۔

شاہ مقوقس سے مکالمہ:

مقوقس: مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں بتائیے، کیا وہ اللہ کے نبی ہیں؟

حاطب بن ابی بلتعہ: وہ نبی ہی نہیں، بلکہ اللہ کے رسول بھی ہیں۔

مقوقس: اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو پھر کیا وجہ ہے جب ان کی قوم نے انہیں اپنی بستی (مکہ) سے نکالا تو انہوں نے اس کے لیے اللہ کے عذاب کی بد دعا نہیں کی؟

حاطب بن ابی بلتعہ: کیا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول نہیں مانتے؟

مقوقس: بالکل مانتے ہیں۔

حاطب بن ابی بلتعہ: تو پھر آپ بتائیے کہ جب ان کی قوم نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور انہیں سولی دینے کا ارادہ کیا اور پھر اللہ انہیں آسمان پر اٹھا کر لے گیا تو انہوں نے اس بات کی دعا کیوں نہیں کی کہ ان کا رب بنی اسرائیل کو ہلاک کر دے؟

شاہ مقوقس کا اعتراف:

آپ ایک حکیم (عقل مند) آدمی ہیں اور ایک حکیم (دانا) آدمی کی طرف سے آئے ہیں۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے یہ تحفے آپ کے ساتھ بھیجتا ہوں اور یہ نگہبان (مابور نام تھا) جو آپ کے علاقے تک آپ کی نگہبانی کریں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا جواب لکھوایا۔

شاہ مقوقس کا خط:

لمحمد بن عبد الله، من المقوقس عظيم القبط

سلام عليك!

أما بعد! فقد قرأت كتابك، وفهمت ما ذكرت فيه، وما تدعو إليه، وقد علمت أن نبيا بقي، وكنت أظن أنه يخرج بالشام، وقد أكرمت رسولك، وبعثت لك بجاريتين لهما مكان في القبط عظيم، وبكسوة وهديت إليك بغلة لتركبها،

والسلام عليك

محمد بن عبد اللہ کے حضور منجانب مقوقس عظیم القبط!

اما بعد! میں نے آپ کا گرامی نامہ پڑھا اور جو کچھ اس میں تحریر تھا اور جس کی آپ نے دعوت دی، میں نے اس سمجھ لیا۔ میں جانتا ہوں ایک نبی نے آنا تھا لیکن میرا خیال ہے اس کا ظہور ملک شام سے ہو گا۔ بہر حال! میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی ہے، میں آپ کی طرف دو کنیزیں (ماریہ اور سیرین) کو بھیجتا ہوں جو کہ قبط میں عظیم المرتبت ہیں اور کچھ لباس و تحائف بھی پیش خدمت کرتا ہوں اور خچر بھی آپ کی سواری کے لیے روانہ کر رہا ہوں۔"

آپ پر سلامتی ہو۔

شاہ مقوقس کے تحائف:

خط کے ہمراہ چند تحائف بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے جن میں دو کنیزیں سیدہ ماریہ قبطیہ اور سیدہ سیرین رضی اللہ عنہما بھی تھیں۔ اس کے علاوہ ایک اونٹ، ایک سفید رنگ کا خچر، ایک نیزہ، قیمتی لباس، قیمتی خلعت اور ہزار مثقال سونا شامل تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ شاہ مقوقس نے ایک طبیب (معالج، حکیم، ڈاکٹر) بھی ساتھ بھیجا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ إِنَّا قَوْمٌ لَا نَأْكُلُ حَتّٰى نَجُوْعَ، وَإِذَا أَكَلْنَا لَا نَشْبَعُ۔ ہم لوگ سخت بھوک کے وقت کھانا کھاتے ہیں اور ابھی بھوک باقی ہوتی ہے ہم کھانے سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں۔

اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو شاہ مقوقس نے تحفے میں سو مثقال سونا اور پانچ قیمتی لباس دیے تھے۔

سیدہ ماریہ و سیرین کا قبول اسلام:

دوسرے دن چار افراد (حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ، سیدہ ماریہ، سیدہ سیرین اور مابور) پر مشتمل چھوٹا سا قافلہ اونٹ، خچر اور دیگر سامان کے ہمراہ مصر سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قافلے کی تمام افراد کو اسلام کی دعوت دی۔ مابور نے انکار کیا جبکہ سیدہ ماریہ اور سیدہ سیرین نے راستے میں ہی اسلام قبول کر لیا۔

مدینہ منورہ آمد:

کئی دنوں کی طویل مسافت کے بعد یہ قافلہ مدینہ منورہ داخل ہوا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ؛ سیدہ ماریہ اور سیدہ سیرین رضی اللہ عنہما کو لے کر سیدھے حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور اس کے

بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور شاہ مقوقس کا خط نکال کر پیش کیا۔

حضرت ماریہ؛ ام ولد بنتی ہیں:

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پڑوس میں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں ٹھہرایا گیا اگرچہ آپ کنیز تھیں لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہا کو دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح پردہ میں رہنے کا حکم دیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک 20 سال کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا امید سے ہو گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال کے لیے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا گاہے بگاہے تشریف لاتیں۔ سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا ایک بچے کی ماں بن گئیں۔ (لونڈی جب بچے کی ماں بنے تو اسے "اُمِّ وَلَدْ" کہتے ہیں) حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو بچے کی خوشخبری دینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، انہوں نے جا کر اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور "ابراہیم" نام رکھا۔

قبطیوں سے حسن سلوک کا حکم:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قبطیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اس لئے کہ ان سے عہد اور نسب دونوں کا تعلق ہے۔ ان کے نسب کا تعلق کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (حضرت حاجرہ سلام اللہ علیہا) اور میرے بیٹے ابراہیم دونوں کی ماں اسی قوم سے ہے اور عہد کا تعلق یہ ہے کہ ان سے معاہدہ ہو چکا ہے۔

حضرت ابراہیم کی وفات:

پیدائش کے بعد 18 ماہ تک حضرت ابراہیم زندہ رہے اور پھر وفات پا گئے۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرزند رسول کو غسل دیا اور ایک چھوٹے سے تختے پر اٹھا کر بقیع کی طرف چل پڑے۔ نماز جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ان کو کہاں دفن کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان بن مظعون (رضی اللہ عنہ) کے پاس۔ چنانچہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر وہاں کھودی گئی تو اس میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اترے اور حضرت ابراہیم کو آسودہ خاک فرمایا۔

سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

سن 16 ہجری محرم الحرام میں سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا...... رضی اللہ عنہا

نوٹ: امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مبارک تذکرے کے بعد سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر اس لیے ضروری سمجھا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی والدہ ہیں۔ جبکہ سیدہ سیرین رضی اللہ عنہا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہا کے پاس رہیں اور ان سے عبد الرحمٰن پیدا ہوئے۔

ماخذ و مراجع

(کتاب کی تیاری میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے)

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	سن وفات
1	قرآن کریم	....	....
2	صحیح بخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ	256ھ
3	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمہ اللہ	261ھ
4	جامع الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ	279ھ
5	سنن نسائی	امام احمد بن شعیب نسائی رحمہ اللہ	303ھ
6	سنن ابی داؤد	امام سلیمان بن اشعث رحمہ اللہ	275ھ
7	سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید قزوینی رحمہ اللہ	273ھ
8	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ	241ھ
9	صحیح ابن حبان	امام محمد بن حبان رحمہ اللہ	354ھ
10	معجم کبیر	امام سلیمان بن احمد طبرانی رحمہ اللہ	360ھ
11	معجم اوسط	امام سلیمان بن احمد طبرانی رحمہ اللہ	360ھ
12	شعب الایمان	امام احمد بن حسین بیہقی رحمہ اللہ	458ھ
13	دلائل النبوۃ	امام احمد بن حسین بیہقی رحمہ اللہ	458ھ
14	مجمع الزوائد	امام علی بن ابی بکر ہیثمی رحمہ اللہ	807ھ
15	فتح الباری	امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ	852ھ
16	عمدۃ القاری	امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ	855ھ

مآخذ و مراجع

(کتاب کی تیاری میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے)

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	سن وفات
17	حلیۃ الاولیاء	امام احمد بن عبداللہ الاصبہانی رحمہ اللہ	430ھ
18	سیرۃ النبوۃ	امام علی بن حسن ابن عساکر رحمہ اللہ	571ھ
19	سیرت ابن ہشام	امام عبدالملک بن ہشام رحمہ اللہ	761ھ
20	سیرت النبی	امام ابن کثیر رحمہ اللہ	774ھ
21	الخصائص الکبریٰ	امام عبدالرحمٰن السیوطی رحمہ اللہ	911ھ
22	مدارج النبوۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ	1073ھ
23	طبقات الکبریٰ	امام محمد بن سعد رحمہ اللہ	230ھ
24	کتاب المحبر	امام محمد بن حبیب بغدادی رحمہ اللہ	245ھ
25	نسب قریش	امام زبیر بن بکار الزبیری رحمہ اللہ	256ھ
26	جمہرۃ الانساب	امام ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ	456ھ
27	الاستیعاب	امام یوسف بن عبدالبر رحمہ اللہ	463ھ
28	تاریخ مدینہ دمشق	امام علی بن حسن ابن عساکر رحمہ اللہ	571ھ
29	اسد الغابہ	امام علی بن محمد جزری رحمہ اللہ	630ھ
30	سیر اعلام النبلاء	امام محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ	748ھ
31	الاصابہ	امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ	852ھ
32	مواہب لدنیہ	امام احمد بن خطیب قسطلانی رحمہ اللہ	923ھ

تعارف مؤلف

نام: محمد الیاس گھمن

ولادت : 12-04-1969

مقام ولادت: 87 جنوبی، سرگودھا

تعلیم : حفظ القرآن الکریم: جامع مسجد بوھڑ والی، گکھڑ منڈی، گوجرانوالہ

ترجمہ وتفسیر القرآن: امام اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

درس نظامی: (آغاز) جامعہ بنوریہ کراچی، (اختتام) جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد

تدریس: (سابقاً) معہد الشیخ زکریا، چپاٹا، زمبیا، افریقہ (حالاً) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

مناصب : سرپرست اعلیٰ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

بانی وامیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

چیف ایگزیکٹو احناف میڈیا سروسز

تبلیغی اسفار: 21 ممالک

تصانیف : میرا پاکستان، وعظ ونصیحت، صلوۃ وسلام، اللہ سے مانگیے، اللہ کے بندے

عقائد اہل السنۃ والجماعۃ، صراط مستقیم کورس (مرد وخواتین)، القواعد فی العقائد

زبدۃ الشمائل؛ شرح شمائل ترمذی، دروس القرآن، دروس الحدیث

بیعت وخلافت: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا الشاہ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ

امین العلماء قطب العصر حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی حفظہ اللہ مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی حفظہ اللہ

اصلاح وارشاد: خانقاہ حنفیہ 87 جنوبی، سرگودھا